تاریخ حسینؑ
مرتبہ: محمد وصی خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا صاحب العصر و الزمان ادرکنی

چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

مولانا ظفر علی خان

تاریخ سر حسین و معجزات

ایک المناک داستان جس کو پڑھ کر آپ لرز جائینگے

مولفہ و مرتبہ
محمد وصی خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاشِ جگر گوشۂ رسولؐ

نام کتاب	تاریخ و معجزات سرِ حسینؑ
مؤلفہ	محمدؐ وصی خان
طباعت	مشہور آفسٹ پریس
سن طباعت	۱۹۸۳ء تعداد ۱۱۰۰ سو
کتابت	معظم علی خان موتی رقم
قیمت	۵ روپے
ناشر	سید غیور حسینؑ نقوی

امام بارگاہِ ام البنینؑ حسن کالونی کراچی

کتاب ملنے کا پتہ

الحسن بک سینٹر خمینی روڈ جعفر طیار سوسائٹی ملیر کراچی۔

۱۔ احمد بکڈپو امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی کراچی ۱۸۔

۲۔ محفلِ حیدری ناظم آباد نمبر ۴۔ کراچی ۱۸،

۳۔ رحمت اللہ بکڈپو بمقابل خوجہ مسجد بمبئی بازار کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیاء
یعنی حسینؑ ابن علیؑ جانِ اولیاء

بفضلِ الٰہی و تصدقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ

۳۷ ویں کتاب

مؤلفہ

محمد وصی خان

جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من قاش فروش دل صد پارہ خویشم

یوں لائے واں سے ہم پارہ ڈھونڈ کر
دیکھا جہاں کہیں کوئی ٹکڑا اٹھا لیا

فہرست مضامین

انتساب عقیدت

میری شہرت کا سبب مدحت حیدرؑ ہے وصی
ورنہ ارباب سخن میں مرا رتبہ کیا ہے

دل کی تمام گہرائیوں، دماغ کی تمام وسعتوں، روح کی تمام پاکیزگیوں اور عقیدت و شوق کی تمام ایمانی کیفیتوں کے ساتھ یہ ہدیہ ولا اور نذرانہ عقیدت امام زمانہ حجت خدا امام آخر حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں پیش کرتا ہوں۔ اور انھیں کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں اور مستدعی ہوں کہ اس ہدیہ حقیر فقیر عاصی پر معاصی کو شرف قبولیت بخشا جائے تاکہ قبول عام ہو اور مجھ گنہگار کی آخرت کا توشہ ہو کر مغفرت کے کام آئے۔

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

آخر میں اپنے مولاؑ کی بارگاہ سے اپنے والد بزرگوار محمد عسکری خاں صاحب مرحوم اور والدہ گرامی علیماں بیگم مرحومہ کے لئے دست بہ دعا ہوں اور اپنے معزز قارئین کرام سے ملتجی ہوں کہ مرحومین کے لئے ایک سورہ فاتحہ پڑھ کر روح کو بخش دیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

از محقق عصر علامہ علی حسنین شیفتہ ایم اے۔ تاج الافاضل۔

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ نبیّنا محمد المصطفیٰ وآلہ الاصفیاء۔ امّا بعد۔

اس وقت میرے سامنے عزیز محترم عالیجناب محمد وصی خاں صاحب کی تازہ ترین تالیف "تاریخ و معجزاتِ سرِ حسین علیہ السلام" موجود ہے۔ اس کتاب اس کے موضوع کے بارے میں تو میں تو میں بعد میں عرض کروں گا سب سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ اپنے عزیز محترم جناب محمد وصی خاں صاحب کو ان کی انتھک اور مسلسل گراں بہا علمی و دینی خدمات پہ ہدیۂ تہنیت پیش کروں۔ موصوف اب تک چھتیس ۳۶ دینی کتابیں تصنیف و تالیف کر کے قارئین اکرام کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں جن میں ویسے تو ہر کتاب اپنے مقام پر نہایت مفید اور قابلِ قدر ہے تاہم "تشکیل پاکستان میں شیعوں کا حصّہ" کے نام سے جو ضخیم جلدیں انھوں نے جمع فرمائی ہیں، وہ ایسی یادگار تصنیف و تالیف ہے جسکی وجہ سے عزیز موصوف انشاء اللہ رہتی دنیا تک یاد کئے جائیں گے۔ عزیز موصوف اپنے گھریلو اور منصبی فرائض کی کثرت کے باوجود شب و روز مطالعۂ کتب اور تصنیف و تالیف میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں۔

پروردگارِ عالم انکی علمی بصیرت، صحت و حیات اور توفیقات میں اضافہ

تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام کی خدمت کر سکیں۔

جہانتک کتاب اور موضوع کتاب کا تعلق ہے تو وہ دونوں یقیناً نہایت اہم اور معلومات افزا ہیں۔ یہ کتاب فرزندِ رسولؐ امام حسین علیہ السلام کی انتہائی مظلومانہ شہادتِ عظمیٰ کے ایک رُخ کو پیش کرتی ہے۔ یعنی یہ کہ شہادت کے بعد فرزندِ رسولؐ کے سرِ اقدس کے ساتھ کیا کیا مظالم روا رکھے گئے۔

افسوس، کیسا اندھیرا تھا کہ برائے نام اسلام کا کلمہ پڑھنے والے درندہ صفت منافقوں نے فرزندِ رسولؐ اور اُن کے بے گناہ اصحاب و اعزّا کو ناحق انتہائی ظلم و بربریت کے ساتھ قتل بھی کیا اور پھر اُن کے سرہائے مبارک کو اُن کے پاکیزہ اجسام سے جُدا کر کے کبھی صندوقوں میں چھپا کر اور کبھی نیزوں پر بلند کر کے شہر بہ شہر اور کوچہ بکوچہ پھراتے بھی رہے یہی نہیں بلکہ شہیدانِ کربلا کے سرہائے مبارک کے ساتھ مخدراتِ آلِ رسولؐ کو بھی نہایت بے حرمتی و بے پردگی اور قید و بند کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جاتے رہے کبھی کوفے کے ملعون و منحوس امیر عبید اللہ ابن زیاد کے سامنے اور کبھی ظالم و جابر بادشاہ یزید پلید کے دربارِ عام میں، کبھی کوفے کی گلیوں میں اور کبھی دمشق کے بازاروں میں۔

سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام کا سرِ اقدس اور آپکے اعزّہ و اصحاب رضوان اللہ علیہم کے سرہائے مطہرہ کے بارے میں قرینِ قیاس تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ آلِ رسولؐ کی رہائی کے بعد اُن کی ۲۰ صفر کو کربلا میں واپسی پر کربلا ہی میں دفن ہوئے۔ لیکن افسوس کہ اس معاملے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا

آج اس دور میں اگر دنیا کے کسی کونے میں کوئی غیر معمولی واقعہ ہو جائے تو ریڈیو اور اخبارات وغیرہ کے ذریعے ساری دنیا اس سے واقف ہو سکتی ہے لیکن تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کا زمانہ ہمارے اس زمانہ سے بہت مختلف تھا یہی وجہ ہے ہمیں اس زمانۂ قدیم کے عظیم سے عظیم واقعات کی بھی تفصیلات بہت کم معلوم ہیں۔

واقعۂ کربلا کی عظمت و اہمیت اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ آج صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اسکی بہت سی تفصیلات زبان و قلم سے نقل ہوتی ہوئی ہم تک پہنچ گئی ہیں۔

اس کتاب میں فاضل مصنف نے یہی خدمات انجام دی ہے کہ سرِ اقدس امام حسین علیہ السلام کے بارے میں انھیں جو کچھ مل سکا اُسے یکجا کر دیا ہے۔

پروردگارِ عالم اُن کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

بندۂ درگاہِ مرتضےٰؑ

علی حسنین شیفتہ تاج الافاضل

وارد حال حسن کالونی۔ کراچی۔
جمعہ ۴ شوال ۱۴۰۳ھ
مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۸۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اس کا پڑھنا بھی ضروری ہے

جناب سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت و مظلومیت پر چودہ سو سال سے ہر ملک ہر زبان اور ہر دور میں بے شمار کتابیں مضمون، نوحہ، مرثیے، اور منقبت لکھی جا چکی ہیں۔ مگر یہ موضوع ہی کچھ ایسا جاذب نظر ہے کہ اس پر جس قدر بھی لکھا گیا پھر بھی کم لکھا گیا۔ ان تحریروں کو زمانے نے ہمیشہ قدر دانی اور نیک دلی سے دیکھا اور قبول کیا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی جاذب توجہ رہی ہے۔ آپ کی شہادت کا واقعہ بھی ہر ایک کے لئے درسِ عبرت رہا ہے اس لئے ہر شخص آپ کے متعلق کچھ نہ کچھ جاننا چاہتا ہے اور کیوں نہ جانے ان کی اور ان کے آل کی قربانیاں حق کی آواز بلند کرنے کے لئے تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں حق کی بات ہوتی ہے تو حسین ابن علیؑ سر فہرست آتے ہیں لوگ اپنا رہبر اور پیشوا گردانتے ہیں اس کے برخلاف ناانصافی، ظلم اور حق سے روگردانی کی بات آتی ہے تو ان کے مدمقابل یزید پلید کا نام لعنت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

افریقہ کا جنگل ہو یا نیپال کی ترائی۔ برِ اعظم امریکہ ہو یا کینیڈا، انگلینڈ
یا یورپ کا کوئی معمولی شہر کیوں نہ ہو ہر جگہ اور ہر شہر میں اس محسنِ انسانیت کا
تذکرہ ہے اور دنیا حیران ہے و پریشان کہ یہ کون سا ایسا غم اور واقعہ ہے جس
کا سلسلہ چودہ سو سال سے جگہ جگہ تذکرہ بڑھتا ہی جا رہا ہے اس ہی لئے
تو شاعرِ انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

زیرِ نظر کتاب میں حسینؑ ابن علیؑ کے سرِ مبارک کی المیہ داستان کو تاریخ
کی زبانی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے کہ شہادت کے بعد ان..
یزیدیوں اور ظالموں نے آپکے سرِ مبارک کے ساتھ کیا کیا اور فرزندِ رسولؐ کے
اس سرِ اقدس سے کیسے کیسے معجزات اور کرامات رونما ہوئے

سرِ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کی تاریخ بھی واقعۂ کربلا
کی ایک کڑی ہے لہٰذا اس سے متعلق جو جو مستند واقعات مل سکے انہیں یکجا کر
دیا گیا ہے تاکہ شہادت حسینؑ کا واقعہ پڑھنے والے یہ بھی جان لیں کہ
سرِ مبارک سید الشہداء کے ساتھ کیا گزری؟

عظمتِ امام حسینؑ

(تحریر مولانا سید احمد جوہر قبلہ دہلوی)

شعبان کی تیسری تاریخ کو اور تیسری ہجری میں حضرت امام
حسینؑ مدینہ منورہ جیسے اہم اور متبرک مقام پر پیدا ہوئے اور اس میں
بھی کوئی شک نہیں کہ آپ گلستانِ رسالت کے ایسے شگفتہ اور تازہ پھول
ہیں جس کی خوشبو اور مہک سے فہم و شعور انسانی ہمیشہ ہمیشہ تازگی و فرحت
حاصل کرتا رہے گا۔ جس کے باعث اس کے لئے حق و باطل میں امتیاز
کرنا دشوار نہ ہوگا اور وہ فکر بھی ہمیشہ باقی رہے گی جس کے لئے میدانِ کربلا
میں آپ نے جنگ کی یعنی آپکا مقصدِ جنگ یہ تھا کہ باطل حق کا لباس نہ
پہن لے بلکہ باطل رہے تو باطل بن کر اور حق نمایاں ہو تو حق بن کر یعنی اگر
اس وقت امامؑ عالی مقام جنگ نہ کرتے تو باطل حق بن کر رہ جاتا اور آج
اسلام کی یہ حقیقی شکل باقی نہ رہتی۔ اب کیا کہنا اس فرزند کی عظمت کا
جس کو سرکارِ رسالت نے اپنی آغوشِ محبت میں لے کر خود اس کے کانوں
میں اذان و اقامت کہی ہو اور اپنے لعابِ دہن سے اس کو سیراب کر کے
علوم نبوت اور اسرارِ امامت کو منتقل کیا ہو اور خود ہی وحی الٰہی کے مطابق
اس فرزند کا نام حسینؑ رکھا ہو۔ اگرچہ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے لیکن جن
القابات کے ذریعے آپ سب سے زیادہ روشناس ہوئے وہ شبیرؑ اور سید الشہداء
ہیں اور یہی دونوں القابات ہیں جنھوں نے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کو اس

شرف و مرتبہ پر پہنچایا۔ جو ائمہ اہلبیتؑ میں کسی دوسرے کے لئے ممکن نہیں
اب اگر امام عالی مقام کی حیاتِ طیبہ کا جائزہ لیا جائے تو اس کو دو حصوں
میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی ایک ولادت سے امامت کا دور اور دوسرے
امامت سے منزلِ شہادت تک یا کہہ دیجئے کہ بچپن سے جوانی تک اور جوانی
سے ضعیفی تک کا زمانہ اور حقیقت یہ ہے کہ ایک مختصر سے مضمون میں ان
دونوں کی تفصیلات پر روشنی ڈالنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ مختلف
مکاتبِ فکر کے علماء اور اہلِ علم حضرات چودہ سو برس سے امام حسینؑ کے
حالاتِ زندگی اور واقعاتِ کربلا پر مستقل طور پر اپنے حالات و تاثرات کا
اظہار کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا لیکن ابھی تک
نہ فلسفۂ شہادت کی تفسیر مکمل ہوئی اور نہ کتابِ شہادت ختم ہوئی۔ البتہ
یہ ممکن ہے کہ سرکارِ رسالتؐ کے ارشاداتِ گرامی اور ان واقعات اور حالات
کی روشنی میں عظمتِ حسینؑ کا ایک مختصر سا جائزہ لیا جائے تاکہ یہ واضح ہو
سکے کہ خود آنحضرتؐ کو کس قدر والہانہ شفقت و محبت تھی اور ان کی دور رس
نگاہیں واقعۂ کربلا کو دیکھ رہی تھیں اس لئے انھوں نے بھی یہی مناسب خیال
فرمایا کہ اپنی شفقت و محبت کے ذریعہ اس بچہ کا تعارف امتِ مسلمہ سے کرا دیا
جائے تاکہ دنیا عظمتِ حسینؑ کو سمجھ سکے اور اپنی نگاہوں سے دیکھ لے کہ
یہی وہ فرزندِ رسولؐ ہے جو کبھی چادرِ تطہیر میں موجود اور کبھی میدانِ مباہلہ میں
ان کے ہمراہ اور اگر آپ مدینہ کی گلیوں میں اور بازاروں میں تشریف لے جاتے
ہیں تو وہاں پر بھی حسینؑ آپؐ کے مبارک کاندھوں پر سوار ہیں۔ لوگ کہتے

ہیں کہ حسینؑ تمہاری سواری کتنی اچھی ہے، تو آپ ارشاد فرماتے ہیں: "یہ نہ
کہو بلکہ یہ کہو کہ خود سوار کتنا اچھا ہے"! اسی طرح جب آپ منبر پر خطبہ دے
رہے تھے تو حسنؑ اور حسینؑ دونوں تشریف لے آئے اور آپ کے سن اس قدر
کم تھے کہ چلتے چلتے گر پڑتے تھے۔ اللہ اکبر یہ تھی محبت و شفقتِ رسولؐ کہ آپ نیچے
ہو گئے۔ زیرِ منبر تشریف لائے اور دونوں بچوں کو اٹھا کر گود میں لے لیا۔
(ترمذی جز ۱۳ ص ۱۹۴) اسی طرح جناب ابوہریرہؓ سے مشہور روایت ہے
کہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے دیکھا کہ حسینؑ بچے تھے۔ رسول اللہ نے ہاتھ
تھام کر فرمایا "چڑھو" آپ نے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا! پھر ارشاد ہوا "اور
چڑھو" آپ نے چڑھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ حسینؑ کے پیر آپؐ کے منہ اقدس
تک پہنچ گئے اور حسینؑ کا منہ آپؐ کے دہن کے برابر آگیا۔ آپؐ نے فرمایا منہ
کھولو، حسینؑ نے منہ کھولا۔ آپؐ نے منہ چوم لیا اور فرمایا "پروردگار یہ مجھے
بہت محبوب ہے تو بھی اس سے محبت فرما"۔
اگر یہ دیکھا جائے تو حسینؑ کے لئے بہت بڑی معراج تھی۔ جو انھوں نے
جسمِ نبوت کو زینہ بنا کر طے کی اور اس بلندی تک پہنچ گئے جو مقام
"الم نشرح لک صدرک" تھا وہاں پر اُدنُ مِنّی۔ اُدنُ مِنّی کی
آواز تھی۔ اب یہاں بھی رسولؐ فرماتے ہیں "اور بڑھو اور بڑھو" وہاں فرقِ قاب
قوسین تھا لیکن یہاں قلب کے ساتھ قلب جسم کے ساتھ جسم اور دہن کے
ساتھ دہن متصل تھا اور نگاہیں ایک دوسرے کو محبت سے دیکھ رہی تھیں دستور
عرب ہے کہ پیشانی و رخسار کو بوسہ دو اور یہ بھی بعض روایات میں ہے کہ سرکار

رسالت اپنے اس فرزند کے گلوئے مبارک کا بوسہ لیتے تھے۔ تو پھر آج ذہن تو
ممکن ہے حضرت کو کربلا میں حسینؑ کی پیاس اور یزید کے خنجر کا خیال ہو تو ایسے
اور بھی بے شمار واقعات ہیں جو اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ خود آنحضرت کو
اپنے اس نواسے سے کس قدر والہانہ محبت تھی اس محبت کا سرعام اکثر و بیشتر
اظہار اس لئے فرمایا تاکہ مسلمان خود اس محبت کے گواہ بن جائیں

اسی طرح اگر سرکار رسالتؐ کے چند ارشادات گرامی پر غور کیا جائے
تو عظمت حسینؑ پر روشنی ڈالنے کے لئے وہ بھی بہت کافی ہیں مثلاً "حسنؑ و
حسینؑ اہل جنت کے لئے روشن چراغ ہیں" ۲ حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت
کے سردار ہیں (مشکوۃ و ترمذی جز ۱۳ ص ۱۱۹) ۳ حسنؑ اور حسینؑ اس دنیا
میں میرے ریحان ہیں (مشکوۃ عن ترمذی) اب یہاں قابل غور یہ ہے
کہ ریحان ایسے درخت کو کہتے ہیں جس کی شاخوں، پتوں اور پھولوں میں
خوشبو ہوتی ہے گویا اس شجر کے ہر جز میں کمال ہوتا ہے ۴ حسینؑ مجھ سے ہے
اور میں حسینؑ سے ہوں حسین منی و انا من الحسینؑ اور جس نے حسین سے محبت
کی اس نے خدا سے محبت کی۔ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہیں (ترمذی
جز ۱۳ ص ۱۹۶) اب ارشاد کی وضاحت کے لئے یہ بات پیش نظر رکھنی ہوگی
کہ خود ذات رسولؐ وہ شجر طیبہ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔ اب
وہ اپنے کمال کو پہنچ کر پھولوں سے جھک گیا۔ تب یہ ارشاد ہوا "ھذا ریحانتی"
اب دنیا یہ بھی جانتی ہے کہ جڑ سے یا اصل سے زیادہ پھول میں خوشبو ہوتی ہے
لیکن یہ بھی ہمارے رسولؐ کا معجزہ تھا کہ آپ جس سمت سے گزرتے تین دن تک

تک وہ گلیاں مہکتی رہتیں۔ تو جب اصلؐ میں اتنی خوشبو تھی تو پھر پھول میں
بھی کس قدر خوشبو ہوگی۔ بیشک خوشبو اصل کرتی ہے لیکن ظاہر پھول سے
ہوتی ہے حسینؑ منی و انا من الحسینؑ فرمانے کا مقصد یہی تھا کہ اس حقیقت
کو واضح کر دیا جائے کہ حسینؑ کی خوشبو میرے دم سے ہے اور میری مہک اس کے
ذریعہ پھیلے گی!

اب اگر میدان کربلا میں حر جیسے دشمن اور اپنے کنبے کو ایک سطح پر لا کر
اخلاق محمدیؐ کی ایک ایسی اعلیٰ نظیر قائم کر دی جس کی مثال عالم میں نہیں
ملتی تو یہ کمال اس جزو سے ظاہر ہوا۔ لیکن منسوب اس ذات کی جانب ہوگا
جو خلق عظیم کی اصل مظہر تھی۔ بیشک رسولؐ نے تمام عالم کو اخلاق حسنہ کے
درس دیئے اور تعلیم قرآن سے روشناس کرایا لیکن عمل شہادت کا ایک درس
ابھی باقی تھا۔ اب اگر میدان کربلا میں حسینؑ شہادت عظمیٰ پیش نہ کرتے تو وہ
درس مکمل نہ ہوتا اور نہ ذبح عظیم کی تکمیل ہوتی لیکن جب شہادت مکمل ہوگئی
تو اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ذات رسولؐ نے شہادت کا عملی مظاہرہ پیش نہیں
کیا ہے۔ چونکہ تکمیل شہادت نواسۂ رسولؐ کے ذریعہ ہوئی جو اس ذات کل کا ایک
جز تھا تو اب حسن کمال کا اظہار جز کے ذریعہ ہوا تو وہ اس ذات کل کا کمال ہوگا
چونکہ اگر پانی کا زور نہر کے پشتے کو کاٹ دے تو نام اسی دریا کا ہوتا ہے جس سے وہ نہر
نکلتی ہے۔ تو اب وہ کمال شہادت بھی جس کا اظہار حسینؑ کے ذریعہ ہوا ذات رسولؐ
کی جانب خود بخود منسوب ہو جائے گا۔ اور یہی سبب ہے کہ سرکار رسالتؐ نے انا من الحسینؑ
فرمایا تھا۔ اس طرح حسینؑ کمالات و صفات رسولؐ کے مظہر بن گئے۔ اور یہی وہ عظمت

حسینؑ ہے جس کے باعث خود سرکارِ کائنات نے اپنے ارشاداتِ گرامی کے ذریعے ان کی ذات والا صفات کو تمام دنیا سے روشناس کرا دیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشادِ گرامی

صادق آلِ محمد علیہ السلام نے مومنین اکرام کے لئے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے ورثے میں دو چیزیں چھوڑ دو ایک اولادِ صالح دوسری دینی کتب۔ آلِ محمد کے فضائل اور مناقب سے بھرپور کتابیں جنکو محمد وصی خان صدر مرکزی تنظیم عزا رجسٹرڈ نے بڑی محنت اور کوششوں سے تحریر کیا ہے جن کا پڑھنا ہر گھر میں رکھنا ضروری ہے ہزاروں سال کی محنت اور ہزاروں کتابوں کا

(۱) تشکیلِ پاکستان میں شیعانِ علی کا کردار (۲) تاریخِ آلِ محمد (۳) کل پاکستان شیعہ ڈائرکٹری (۴) وراثتِ فدک (۵) بیعتِ علی (۶) حضرتِ علی کے فیصلے اور موجودہ تعزیراتِ اسلامی (۷) عظمتِ حسینؑ مقالاتِ سید العلماء (۸) قندیل "مقالات و مضامین پروفیسر علی رضا شاہ نقوی۔

(۹) علیؑ علیؑ حصہ اول دوم اور سوم (۱۰) "لبیک حسین" حصہ اول دوم اور سوم (۱۱) حضرت علی میدانِ جنگ میں (۱۲) ادیبانِ عظام و شعرائے کرام آشنائے مولا علیؑ پر (۱۳) بیاضِ تسکین زینبؑ نوحہ جات کی مقبول ترین کتاب چار حصہ (۱۴) بیاضِ تسکین زینبؑ سوز و سلام اور مرثیوں کی تاریخ وار کتاب (۱۵) شیعہ ڈائرکٹری (کراچی) (۱۶) اقبال بارگاہِ پنجتن پاک میں (۱۷) اخلاقِ محمدی (۱۸) سوانح عمار یاسرؓ (۱۹) سوانح محمد ابن حنفیہ (۲۰) شیعہ اور صحابہ (۲۱) مقبول عام مناجات (۲۲) تحفۃ الذاکرین حصہ دوم (یہ کتابیں خرید کر تعلیم آلِ محمد کو عام کیجئے۔

کتابیں ملنے کا پتہ

ناشر :- محفلِ حیدری ناظم آباد نمبر ۴ ۔ کراچی ۱۸

شہادت

حضرت امام حسین علیہ السلام

راکبِ دوشِ نبیؐ امام عالیمقام حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت بروز جمعہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء کو بعد نمازِ ظہر حالتِ سجدے میں پیش آئی۔

عمر بن سعد نے تمام شہدائے کربلا کے سروں کو کاٹنے کا حکم دیا۔ ملعون شمر ذی الجوشن۔ ملعون قیس بن اشعث۔ ملعون عمرو بن اعجا اور ملعون عمر بن قیس کے ہاتھ سرِ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ دے کر شہدائے ایمان کے سروں کو بھی ابن زیاد ملعون کے پاس بھجوائے یہ ملعون ان سرِ مبارک کو نوکِ نیزے پر لٹکا کر ملعون ازلی ابن زیاد کے پاس گئے۔

(بحوالہ الحسین عمر ابو النصر مترجم شیخ احمد پانی پتی)

جو زمانے کو رُلا کر خود نہ رویا وہ حسینؑ
تشنگی کو صبر میں جس نے سمویا وہ حسینؑ
(نازش حیدری)

قاتلان امام حسین علیہ السلام تاریخ کے آئینہ میں

سید الشہداء امام عالیمقام کا قاتل کون ہے؟

شبثؔ ۔ زرعہؔ ۔ خولیؔ ۔ شمرؔ ۔ سنان بن انسؔ یا یزید ملعون۔

تاریخ کی کتابوں میں جہاں واقعاتِ کربلا اور شہادتِ آل رسولؐ کا تذکرہ ہے وہاں قاتلانِ امام عالیمقامؑ کے بارے میں روایتیں اور اقوال بڑی تفصیل سے موجود ہیں ان روایتوں میں مدفن سر حسینؑ کی طرح اختلاف پایا جاتا ہے۔

تواریخ شہادت حسین علیہ السلام میں درج مختلف روایات کو حوالہ کے ساتھ درج کر رہا ہوں تاکہ آپ خود اصلی قاتل کو پہچان سکیں۔ اس کے بعد سرِ حسینؑ کی داستان اور پھر مدفن سر حسینؑ کے متعلق تحریر کیا جائے گا۔

ویسے متعدد مورخین نے قاتل حسینؑ شمر ملعون اور سنان ابن انس کو قرار دیا ہے۔ دراصل ان دونوں ملعونوں کے متعلق روایتیں بھی کثرت سے ملتی ہیں۔

۱- قاتلِ حسینؑ شبل برادر خولی

عناصر الشہادتین صفحہ ۲۵۰ میں روایت ہے کہ خولی بن یزید گھوڑ

سے سر سرورؑ قلم کرنے کے لئے اُترا۔ آپ کے پاس آیا تو مارے خوف کے وہ ملعون ہانپنے لگا اور ہاتھ اس کا رعب شاہ سے کانپنے لگا۔ تب شبلؔ اس کا بھائی اُترا اور سلطانِ عالمؑ کے سینۂ مہر گنجینہ پر جو بوسہ گہہ نبوئیؐ تھا چڑھ کر سر سرورِ تنِ اطہر سے جدا کیا اور اپنے بھائی خولی کو دیا۔

۲- قاتل حسینؑ زرعہ بن شریک تمیمی

مولانا بشیر احمد صاحب پسروری اپنی کتاب "سوانح حیات حضرت امام حسینؑ" میں رقمطراز ہیں کہ سیدنا حضرت حسینؑ کی حالت ہر لمحہ بدلتی جا رہی تھی۔ زخموں سے خون بکثرت نکل چکا تھا اور نکل رہا تھا ہر چند کھڑا ہونے کی کوشش فرماتے تھے لیکن بے اختیار بیٹھ جاتے تھے۔ بدبختوں میں سے ایک کا تیر گردن مبارک میں پیوست ہوا۔ ابھی اُس کو کھینچ رہے تھے کہ زرعہ کی تلوار نے بازو کاٹ دیا۔ بایاں بازو کٹ جانے کے بعد بدبخت نے گردن پر تلوار کا وار کیا اور آفتاب امامت کوفیوں کے ظلم و ستم سے قیامت تک کے لئے مخفی ہو گیا۔

۳- قاتل حسینؑ خولی

اس ملعون کے متعلق کثرت سے روایتیں موجود ہیں ہم صرف تین روایتوں کو اس جگہ نقل کر رہے ہیں۔

۱- علامہ راشد الخیری اپنی کتاب سیدہ کا لال صفحہ ۲۵۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حسینؑ کے سینہ میں سنان بن انسؔ کا نیزہ آر پار ہے اور دشمنِ رسولؐ کا سوار

کربلا کی جلتی جھلستی ریت پر چت گرا ہوا ہے۔ عمر بن سعد اور اس کی فوج خوشی کے مارے اچھل رہی ہے سنان نے نیزہ باہر کھینچا اور اس کے ساتھ ہی جگر کے ٹکڑے باہر آگئے۔ شمرؑ اس وقت خنجر لے کر آگیا بڑھا تو دیکھا کہ چہرہ پر مسکراہٹ ہے۔ حیرت زدہ ہو کر خاموش ہوگیا۔ تو خولی قریب پہنچا اور کہا کہ دم واپسیں ہے اگر زندہ حسینؑ کا سر کاٹ لوں گا تو یزید مالا مال کردے گا۔ یہ کہہ کر اس سینہ پر سوار ہوا جس کو فاطمہؑ اور علیؑ بوسہ دیتے تھے۔ جسکو رسول عربیؐ نے آنکھوں سے لگایا تھا۔ امام عالی مقام نے خولیؑ سے کچھ فرمایا۔ مگر خولی نے مہلت نہ دی اور سیدہ کے لال کا سر تن سے جدا کرکے نیزے پر چڑھادیا۔

اس ہی طرح کا ایک واقعہ کتاب تقدیر الشہادتین صفحہ ۵۵ میں تحریر ہے کہ زخموں سے چور ہو کر امام برحق گھوڑے سے زمین پر گرے بعد شہادت شمرؑ نامراد نے ایک تلوار آپ کے چہرہ مبارک پر لگائی اور سنان بن انس نے آکر ایک نیزہ مارا خولی بن یزید شقی نے گھوڑے سے اتر کر آپ کے سر مبارک کو خنجر ظلم سے کاٹا۔

۳۔ تاریخ اسلام مصنفہ شوکت علی فہمی صفحہ ۴۲۲ پر تیسرا واقعہ ملتا ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام زخموں کی کثرت سے نڈھال ہو چکے تھے یزیدیوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے گردن مبارک پر تلوار کے کئی وار کرکے بری طرح زخمی کردیا تھا اور آپ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے آپ کے گرنے کے بعد خولیؑ نے سر اقدس تنِ مبارک سے جدا کردیا اور اس طرح یہ جنگ اس دردناک حادثہ پر ختم ہوگئی۔

قاتلِ حسینؑ شمرؑ

بعض کتابوں میں سید الشہداء کا قاتل شمر ملعون کو بھی کہا گیا ہے اسکے متعلق پانچ عدد روایات تاریخ کی کتابوں سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

روایت نمبر ۱۔ مفید کی تحقیق سے روایت نقل کی ہے کہ شمرؑ نے گھوڑے سے اتر کر سر قلم کرکے خولی بن یزیدؑ کے حوالے کیا۔

روایت نمبر ۲۔ حسینؑ جیسے رہنما حسینؑ جیسے مظلوم اور بے کس کے قتل کی جرأت دنیا میں ہر شخص نہیں کر سکتا تھا۔ اس جرم کے ارتکاب کے لئے بڑی شقاوتِ قلبی کی ضرورت تھی بالآخر شمرؑ نے یہ کلنگ کا ٹیکہ اپنی پیشانی پر لگایا اور بھوک کے پیاسے زخمی اور عزیزوں کے غم میں نڈھال امام کو اپنے خنجر سے قتل کر ڈالا۔ قتل سے پہلے امام عالی مقام نے نماز ادا کرنے کی مہلت مانگی۔ پانی کہاں تھا جو وضو کرتے زخمی ہاتھوں سے جلتی زمین پر تیمم کیا اور نماز میں مشغول ہوگئے۔ ابھی سجدہ آخر ادا نہ ہوا تھا کہ خنجر گلے پر چلنے لگا اور دم کے دم میں دنیا تاریک ہوگئی۔

(بحوالہ رضا کار لاہور سید الشہداء نمبر ۱۹۵۹ صفحہ ۶۸)

روایت نمبر ۳۔ دیر تک حضرت امام حسین علیہ السلام خستہ و مجروح بر سر خاک باقی رہے جبکہ آپ کو شہید کر دینے سے بظاہر کوئی امر مانع نہ تھا مگر ہر شخص

اس جرم عظیم کے ارتکاب سے بچنا چاہتا تھا۔ شمرؔ نے للکارا کہ آخر اب کیا انتظار ہے۔ آخر مالک بن نسر بدی آگے بڑھا اس نے آپ کے سر پر تلوار لگائی جو کاسہ سر تک پہنچ گئی۔ بالآخر زرعہ بن شریک کی تلوار سنان بن انس کا نیزہ اور پھر شمرؔ بن ذی الجوشن کا خنجر وہ تھا جس نے اس مجسمہ حق کی شمع حیات گل کردی۔ سچائی کی گردن قلم ہوئی اور شہید حق۔ شہید انسانیت، شہید راہ خدا کا سر نیزہ پر بلند کر دیا گیا۔

جمعہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کی وہ یادگار تاریخ ہے جس دن انسانی تاریخ کا سب سے اہم واقعہ رونما ہوا۔

(شہید انسانیت صفحہ ۵۲۲)

روایت نمبر۴۔ حضرت حسینؑ نیزوں کے اسّی زخم کھا کر چور ہو چکے تھے۔ عین اس حال میں جبکہ ان کا بدن زخموں کی وجہ سے لہولہان ہو رہا تھا وہ خدائے پاک کی بارگاہ میں زندگی کا آخری سجدہ پیش کرنے کے لئے جھکے۔ شمرؔ ذی الجوشن نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ شمرؔ نے سر کاٹ لیا اور دوسروں نے اُن پر گھوڑے دوڑائے۔ یزیدیوں نے آل رسولؐ کے خیمے لوٹے اور عورتوں اور بچوں کو حراست میں لے لیا اس لڑائی میں یزیدی فوج کے سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ بزدل اور شقی القلب فاتحین نے ستر (۷۰) سر جا کر عبیداللہ ابن زیاد کے سامنے رکھ دیئے

(بحوالہ تاریخ اسلام حصہ دوم صفحہ ۱۰۴ تا ۱۱۱ مولفہ مرتضیٰ احمد خان میکش مرحوم)

روایت نمبر۵۔ شاہ محمد عبداللہ نقشبندی صفحہ ۲۵ کتاب "سچا حال شہادت" کا تحریر فرماتے ہیں کہ شمرؔ آپ کے سینہ مبارک پر چڑھ بیٹھا۔ آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا کون

ہے؟ تو وہ بولا شمرؔ ذی الجوشن ہوں۔ آپ نے اس کے دونوں دانت باہر نکلے ہوئے دیکھے تو فرمایا۔ سینہ کھول اس نے سینہ کھولا سینہ پر کوڑھ کے داغ دیکھ کر فرمایا۔

"صدق جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

سچ فرمایا میرے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اے حسینؑ تیرا قاتل ابلق کتا ہے سو وہ ابلق کتا تو ہی ہے۔ آج میں نے خواب میں دیکھا ہے نانا حضرت فرماتے ہیں اے حسینؑ کل نماز جمعہ کے وقت تو میرے پاس ہوگا۔ اے شمرؔ آج کیا دن ہے؟ کہا عاشورہ اور جمعہ فرمایا کیا وقت ہے؟ کہا نماز جمعہ کا فرمایا لوگ اس وقت کیا کر رہے ہیں کہا نماز جمعہ پڑھ رہے ہیں خطیب منبر پر حمد خدا اور ثنائے رسولؐ بیان کر رہے ہیں۔

فرمایا اس وقت منبر پر حمد خدا اور ثنائے رسولؐ ہو رہی ہے اور تو اس سینے پر کہ جس کو رسولِ خدا بوسہ دیا کرتے تھے چڑھ بیٹھا ہے خدا سے ڈر۔ اب میں رسول اللہؐ کو داہنی طرف اور حضرت حسنیؑ کو بائیں طرف دیکھتا ہوں اور میں نے نماز کا وقت پایا ہے۔ اگر نماز ادا نہ کی تو نماز میرے ذمہ رہے گی۔ اُٹھ کھڑا ہو کہ میں نماز ادا کر لوں۔ شمرؔ اٹھا۔ آپ نے نماز کی نیت کی شمرؔ نے عین حالتِ نماز میں جناب سید الشہداء کا سر مبارک تن سے جدا کیا۔ آپ نماز پڑھتے ہوئے جنت الفردوس میں داخل ہوئے۔

قاتلِ حسینؑ سنان بن انس

سنان بن انس ملعون کے متعلق بھی بہت سی روائیتیں ہیں کہ اس
ملعونِ ازلی نے امام عالی مقام کو قتل کیا اور آپ کا سر مبارک جسم اطہر
سے جدا کیا۔ اس سلسلے میں تاریخ کی کتابوں سے پانچ روائتیں نقل کرونگا

روایت نمبر ١:۔ اکثر مورخین ان واقعات پر متفق ہیں کہ جب حضرت امامؑ میدان
جنگ میں برسرِ پیکار ہوئے تو انتہائے تشنگی اور شہادت اعزار کے باوجود
آپ نے پوری دادِ شجاعت دی۔ پھر آپ تن تنہا تھے اور دشمن بے شمار
آپ پر سب سے پہلے ایک شخص زرعہ بن شریک نامی نے تلوار کا وار کیا
جس سے آپ کا بازوِ مبارک زخمی ہوا۔ پھر سنان بن انس نے نیزے کا
وار کیا جسکی وجہ سے آپ لڑتے لڑتے زمین پر اتر آئے اور سر بسجدہ ہو
گئے۔ اولاً خولی بن یزید نے آپ کا سر کاٹنا چاہا مگر وہ لرزہ براندام ہو
گیا۔ اس لئے سنان بن انس نے اس کو جھڑکا اور فرقِ مبارک کو تن
سے جدا کر دیا۔

(بحوالہ کتاب حسین ابن علیؑ مصنفہ نکہت شاہجہانپوری)

روایت نمبر ٢:۔ زرعہ شریک تمیمی نے آپ کے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا پھر
شانے پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے
ہٹے مگر سنان بن انس نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔
اس نے ایک شخص سے کہا کہ سر کاٹ لے وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا مگر جرأت نہ

ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کرے"
پھر جوش سے اترا اور آپ کو شہید کر کے سر تن سے جدا کر لیا۔

(بحوالہ شہادتِ عظمیٰ مصنفہ جناب مولانا سید علی حیدر صفحہ نمبر ١٣١ تا ١٣٣)

روایت نمبر ٣:۔ ابن اثیر کے حوالہ سے روایت ہے کہ سنان بن انس نے گھوڑے
سے اتر کر سرِ امامؑ قلم کیا اور خولی بن یزید کے حوالہ کر دیا۔

روایت نمبر ٤:۔ کتاب طلوعِ اسلام حصہ سوئم مصنفہ رشید اختر ندوی صفحہ نمبر
٣٩ پر تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام لڑتے جاتے تھے اور فرماتے
جاتے تھے تم کو خدا کے حضور میرے قتل پر جوابدہ ہونا پڑے گا۔
یہ سب کچھ ہو رہا تھا مگر دشمن کے کسی آدمی میں یہ ہمت نہ تھی کہ حضرت امام
حسین علیہ السلام پر پیچھے سے تلوار چلاتا۔ وہ جدھر مڑتے لوگ آگے سے ہٹ
جاتے۔ شمر نے یہ کیفیت دیکھی تو لوگوں کو برا بھلا کہا۔ لوگوں میں جوش بھر گیا
پھر امام عالی مقام پر چاروں طرف سے نیزوں اور تیروں کی بارش کر دی۔
حضرت زخم کھا کر گر پڑے ابھی ملعون سر کاٹنا چاہتا تھا کہ اس کا سارا جسم
کانپنے لگا۔ یہ دیکھ کر سنان نے اسے ڈانٹا اور خود گھوڑے سے اتر کر امام
مظلوم کا سر کاٹا اور خولی کے سپرد کر دیا۔

روایت نمبر ٥:۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا جسم کثرتِ زخم تیر و تبر شمشیر و خنجر سے چھلنی
ہو چکا تھا۔ سنان بن انس نے تیر چلایا آپ گر پڑے آپکے گرنے کے بعد سنان بن انس نے سر
مبارک کو جسمِ اطہر سے جدا کر دیا

(بحوالہ معرکۂ کربلا ملک بشیر محمد اعوان صفحہ ٦٤)

سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کا

اصلی قاتل کون؟

یزید ملعون نے امام زین العابدین سے کہا آپ مجھ سے کچھ خواہش کریں۔ میں اُسے پورا کروں گا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا مجھے تجھ سے امید نہیں کہ میں جو کچھ کہوں گا تو اُسے پورا کرے گا۔ یزید لعین نے اطمینان دلایا آپ نے فرمایا کہ اول یہ کہ میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالہ کر کہ میں اُسے قتل کروں۔ یزید نے قاتلِ امام حسین علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے کہا خولی۔ خولی بن یزید نے صاف انکار کر دیا۔ اور سنان لعین بن انس کا نام لیا سنان بولا میں تو قاتل امام حسین علیہ السلام پر لعنت بھیجتا ہوں آخر یزید نے غصہ میں آکر کہا آخر ش کسی نے قتل بھی کیا یا نہیں سنان لعین نے کہا شمر لعین ذی الجوشن اصل قاتل ہے۔ تمام درباریوں نے اسکی تصدیق کی مگر شمر لعین صاف انکاری ہوگیا۔

یزید لعین برہم ہوا شمر لعین ملعون بھی بگڑ گیا اور کہنے لگا میں کیوں قاتل ہونے لگا میری کون سی سلطنت حسینؑ نے دبا رکھی تھی۔ اصل میں

قاتل حسینؑ وہ ہے جسکو حسینؑ کی طرف سے اپنی سلطنت کا خوف تھا جس نے قبائلِ عرب کو جمع کر کے انہیں ہتھیار، زر و جواہر دیکر اُن کے ایمان خراب کئے اور قتل امام عالیمقامؑ پر برانگیختہ کیا ایکس عہدے منصب اور جاگیریں بخشیں اور آپ آرام سے دور بیٹھا رہا اور دوسروں کے ہاتھوں اس کام کو پورا کر کے شراب پی پی کر مست بنا رہا۔ یزید لعین دل میں شرمندہ ہوا۔ اور کوفیوں سے کہنے لگا۔ خدا تم سب پر لعنت کرے میرے سامنے سے چلے جاؤ شمر لعین نے کہا اب تو کہو گے چلے جاؤ۔ اس لئے کہ کام تو ہو ہی گیا۔ خود تو بے ایمان بنا مگر دوسروں کے ایمان بھی خراب کئے۔

(اوراقِ غم علامہ ابو الحسنات قاری صفحہ ۲۹۳)

تاریخ و معجزاتِ سرِ حسینؑ

سرِ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق معجزات و کرامات تاریخ کی روشنی میں۔

عمر بن سعد اور ذکر سرِ حسینؑ

سنان بن انس قاتلِ حسینؑ کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا۔ قتل کے وقت اس کی حالت عجیب تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا وہ اس پر حملہ آور ہوتا تھا اور ڈرتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص ان کا سر کاٹ کر نہ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید کے حوالے کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس جا کر خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا۔ اشعار اردو ترجمہ۔

۱۔ مجھے چاندی اور سونے میں لاد دو میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے۔

۲۔ میں نے اسے قتل کیا ہے جسکے ماں باپ سب سے افضل اور اپنے نسب میں سب سے اچھے ہیں۔

عمر بن سعد نے اُسے خیمے کے اندر بلایا۔ بہت خفا ہوا اور کہنے لگا۔ واللہ! تو مجنون ہے۔ پھر اپنی لکڑی سے اُسے مار کر کہا۔ پاگل ایسی بات کہتا ہے بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا۔

(ابن جریر بحوالہ شہادتِ عظمیٰ مصنفہ جناب مولانا علی حیدر صفحہ ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷)

کیا یہ اعجاز سرِ حسین علیہ السلام نہیں کہ وہ شخص جسے متعدد مورخین نے پاگل گردانا ہے عظمت، ونسب اور مقام حسین سے آگاہ ہے۔

سرِ امام خانہ خولی میں

خولی بن یزید سرِ مبارک کو لے کر کوفہ کی راہ میں اپنے گھر آیا اور سرِ مبارک کو تنور میں رکھدیا اور سو رہا۔ اس کی بی بی تہجد خواں تھی تہجد کے لیے اٹھی۔ اس نے تمام گھر کو نورانی پایا حیرت میں کھڑی رہی۔ دیکھا کہ ایک تخت غیب سے اُترا اس پر چار بیبیاں نورانی اتر کر زمین پر بیٹھ گئیں۔ ایک بی بی نے سرِ مبارک کو تنور سے نکالا اور گلے سے لگایا اور بے حد پیار کیا اور رونا شروع کیا۔ اُن کے ساتھ وہ تینوں بیبیاں بھی رونے لگیں۔ کچھ دیر بعد وہ سر تنور میں رکھدیا اور بیبیاں تخت پر بیٹھ کر چلی گئیں۔ یہ اٹھ کر تنور کے پاس گئی اور سرِ مبارک تنور سے نکال کر کیوڑہ اور گلاب سے دھویا۔ شمع روشن کی پہچانا کہ سرِ مبارک حضرت حسینؑ کا ہے۔ نہایت پیار کر کے اور آنکھوں سے لگا کر روئی۔ اور روتے روتے بے ہوش ہو گئی۔ ہاتفِ غیبی نے آواز دی۔ اے بی بی! تو کچھ خوف نہ کر جو کرے گا وہی بھرے گا۔ اُس نے کہا اے ہاتفِ غیبی! یہ سر تو میں نے پہچان لیا۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ یہ چار بیبیاں کون تھیں۔ ہاتف نے کہا، وہ بی بی کہ جس نے سرِ مبارک کو تنور سے نکالا تھا وہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ بنت رسولِ خدا تھیں۔ اُن کے پاس اُن کی والدہ حضرت بی بی خدیجہؑ زوجہ رسول اللہ تھیں۔ اُن کے پاس حضرت مریم والدہ حضرت عیسیٰؑ تھیں۔ اُن کے

پاس حضرت آسیہ والدہ حضرت موسیٰؑ تھیں۔ عورت کو اس بات پر رونا زیادہ
آیا صبح تک سر مبارک چومتی رہی اور روتی رہی۔ صبح کی نماز پڑھ کر اس نے
خولی کو بلایا اور کہا، اے بدنصیب! کیا کام کر آیا ہے۔ دیکھ تجھ پر آسمان سے
لعنت کا مینہ برس رہا ہے۔ لے اپنے گھر کو سنبھال میں جاتی ہوں خولی ہر چند
اُس کے پیچھے دوڑا اور چلایا، تیرے نکل جانے سے میرا گھر برباد ہو جائے گا۔
عورت نے کہا خدا کرے تیرا خانہ خراب ہو اور تیرے بچے سب تباہ ہو جائیں
تو نے خاتون جنتؑ کا گھر اجاڑا۔ خدا تیرا گھر اجاڑے۔ یہ کہکر اس نے چادر اوڑھی
اور سیدھی صحرا کی طرف چلی گئی۔ پھر کسی نے اس کا نشان نہ پایا۔
(روضۃ الشہداء بحوالہ فردوس آسیتھ صفحہ ۲۱۵)

احمد بن داؤد دینوری نے خولیؔ اور سر امامؑ کے بارے میں ایک واقعہ
اور بیان فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ تمام سر شہداء کے نیزوں کی نوکوں پر اٹھا کر
کوفہ بھیجے گئے۔ خولی بن یزید جس وقت سر لے کر کوفہ پہنچا تو رات کا وقت تھا
اور قلعہ کا پھاٹک بند ہو چکا تھا اس لیئے وہ اپنے گھر واپس ہو گیا۔ اس کی دو
بیویاں تھیں ایک اسدیہ اور دوسری خدیمہ۔ چونکہ اُس روز خدیمہ کی باری
تھی، اس لئے اس نے کہا۔ دیکھ میں تیرے پاس حسینؑ کا سر لایا ہوں۔ یہ
سنکر خدیمہ سخت برافروختہ ہوئی اور اس نے کہا، خدا کرے تو غارت ہو دنیا
کے لوگ تو سیم و زر لاتے ہیں اور تو نواسۂ رسولؐ کا سر کاٹ کر لے آیا
ہے۔ خدا کی قسم میرا اور تیرا سر اکٹھا نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھر چلی
گئی۔ اس کے بعد خولی نے اسدیہ کو بلایا اور جب صبح ہوئی تو سر کو ابن زیاد

کے پاس لے گیا

سرِ امام خانۂ شمرؔ میں

مورخین نے لکھا ہے کہ جب شمرؔ سر مبارک کو لے کر کوفہ جا رہا تھا تو
رات کو اپنے گھر رہا اور سر مبارک کو اپنی چارپائی کے نیچے رکھ کر سو رہا۔ اس کی
بی بی نہایت عابدہ تھی۔ نماز تہجد کے واسطے اٹھی، کیا دیکھتی ہے کہ سارا گھر
نور سے منور ہے ایسا نظر آیا کہ دیواریں شق ہو کر گر جائیں گی اس نے غور کیا
کہ نور شروع کہاں سے ہوتا ہے۔ دیکھا شمر کی چارپائی کے نیچے شرارے نور
کے نکل رہے ہیں نیچے جھک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک سر رکھا ہوا ہے
اور یہ اسی سر کا نور ظہور رہا ہے۔

اس نے سر مبارک وہاں سے نکالا اور آب و گلاب سے دھویا۔ سر مبارک
پہچانا کہ شہزادہ امام حسینؑ کا ہے۔ گلے سے لگایا، نہایت پیار کیا اور شمر کو
جگا کر کہا، اے بدبخت! تو نے یہ کیا کیا؟"

وہ اٹھ کر کہنے لگا، تو اس خیال میں نہ پڑ۔"

عورت نے کہا، ارے کمبخت! انکی محبت تو ایمان کی نشانی ہے۔ تو
ایمان کی محبت میرے دل سے دور کرتا ہے۔

شمر نے کڑک کر کہا، "رکھ دے سر کو ورنہ تیرے سر کو بھی تلوار سے کاٹ
دوں گا۔"

عورت نے کہا، "جب میرا سر زمین پر گرے گا تو یہ سر مبارک مجھ سے جدا ہوگا

شمر کو نشہ شراب قہر الٰہی کا چڑھا ہوا تھا اس نے تلوار عورت کو ماری۔ اور دونوں سر ایک دم زمین پر آ پڑے۔

فردوس آسیٹھ صفحہ ۳۰۴ و ۳۰۵

سرِ امامؑ ابن زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسینؑ کا سر مبارک کوفہ میں لایا تھا روایت کرتا ہے کہ حضرت حسینؑ کا سر ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا مجلس حاضرین سے پُر تھی۔ ابن زیادؔ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ کے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اُس نے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقمؓ چلّا اٹھے، ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹا لے۔ خدا کی قسم میری ان آنکھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہؐ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور اُن کا بوسہ لیتے تھے۔

یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیادؔ خفا ہو گیا اور کہنے لگا، "خدا تیری آنکھوں کو رُلائے۔ واللہ اگر تو بوڑھا ہو کر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا۔

زید بن ارقمؓ یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے، اے عرب! آج کے بعد تم غلام ہو۔ تم نے ابن فاطمہؑ کو قتل کیا۔ اور ابن مرجانہؔ کو یعنی عبید اللہ کو حاکم بنایا۔ وہ تمہارے نیک انسان قتل کرتا اور تمہارے شریروں کو غلام بناتا ہے تم نے ذلّت پسند کی۔ خدا تمہیں غارت کرے جو ذلت قبول کرتے ہو۔

بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزیدؔ کی طرف منسوب ہے مگر صحیح یہی ہے کہ ابن زیاد نے چھڑی تھی۔

(شہیدِ اعظمؑ ابو الکلام آزاد صفحہ ۵۵

سرِ امام کوفہ کی گلیوں اور بازاروں میں

حضرت امام عالیمقامؑ کا سر مبارک نیزے پر ٹانگ کر کوفہ کی گلیوں اور بازاروں میں پھرایا گیا۔ کسی کو بھی یہ خیال نہ ہوا کہ کمینے گریبان میں منہ ڈال کر روئیں کہ سر اس نبیؐ کے نواسےؑ کا تھا جس کی برکت سے وہ اس کوفے میں آباد تھے۔ انہیں روٹی میسّر نہ تھی ورنہ وہ ریگستان کے ذرآت چبایا کرتے تھے۔ وہ گلہ بان تھے، مگر محمد رسولؐ اللہ نے انہیں شاہی بخشی۔

سر خوب پھرایا گیا اور دوسرے سر لے گئے اور اہل بیؑت کی عورتوں کے ساتھ شام بھیج دیا گیا۔ (طلوع اسلام حصۂ سوئم صفحہ ۹۵ از رشید اختر ندوی)

سرِ امامؑ دربار یزیدؔ میں

ابن زیادؔ نے حضرت حسینؑ کا سر مبارک بانس پر نصب کر کے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہے کہ جس وقت زحر بن قیس پہنچا میں یزیدؔ کے پاس بیٹھا تھا۔ یزیدؔ نے اس سے سوال کیا، "کیا خبر ہے؟" قاصد نے کہا فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں۔ حسینؑ ابن علیؑ اپنے ۱۸ اہل بیت اور ساٹھ حمایتوں کے ساتھ ہم تک پہنچے ہم نے انھیں بڑھ کر روکا۔

اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ لڑائی کرو۔ انھوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی۔ چنانچہ ہم نے طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی اُن پر ہلّہ بول دیا جب تلواریں اُن کے سروں پر پڑنے لگیں تو وہ ہر طرف اس طرح بھاگنے لگے۔ جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر باز سے بھاگتے اور چھپتے پھرتے ہیں ہم نے اُن سب کا قلع قمع کر دیا اس وقت اُن کے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ اُن کے کپڑے خون میں تر ہیں۔ اُن کے رخسار غبار سے اَٹے پڑے ہیں اُن کے جسم دھوپ کی شدّت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں یا گدھوں کی خوراک بن گئے ہیں۔"

یزیدؔ رونے لگا

راوی کہتا ہے یزیدؔ نے یہ سُنا تو اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ کہنے لگا بغیر قتلِ حسینؑ کے بھی میں تمہاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا۔ ابن سمیہ یعنی ابن زیادؔ پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؑ سے ضرور درگزر کر جاتا۔ خداوند کریم حسینؑ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

(شہیدِ اعظم صفحہ ۵۹، ۶۰ از مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم)

میرے نزدیک یزید کے آنسو مگرمچھ کے آنسوؤں سے زیادہ اہمیت نہ رکھتے تھے۔ جھوٹ بالکل جھوٹ یزید کو جرم سے بچانے کا ایک طریقہ

سرِ امامؑ مزارِ رسولؐ پر

قافلہ اہلِ بیتؑ مدینہ منورہ پہنچا تو اہالیان مدینہ منورہ استقبال کو

گھروں سے باہر نکل آئے سید الشہداءؑ کا سرِ مبارک امام زین العابدینؑ کے پاس تھا۔ مشتاقانِ زیارت نے سرِ امامؑ کو دیکھا تو بے اختیار گریہ وزاری شروع کر دی۔ حضرت ام سلمہؓ ذریاتِ رسولؐ اور اولادِ بتولؑ کو اپنے ہمراہ لے کر رسولِ مقبولؐ کے روضۂ اقدس پر آئیں۔ اور سیدنا امام حسینؑ کا سرِ مبارک جو شب و روز آغوشِ رسولؐ میں رہا کرتا تھا، ختم المرسلینؐ کے مزارِ مبارک پر رکھ دیا اور ستم زدہ دل سے ایک آہِ سوزاں کھینچ کر عرض کیا "یا رسول اللہؐ! آپ کے خاندان کے یتیم آئے ہیں خوابِ ناز سے اٹھئے اور اپنے اہلِ بیت کا حالِ زار ملاحظہ فرمائیے آپ کی اُمت نے آپ کا کلمہ پڑھنے والوں نے آپ کے اہلِ بیتؑ کو بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کر دیا ہے یا رسول اللہ بھوکے پیاسے شہید حسینؑ کا سلام قبول فرمایئے۔

الغرض مزارِ رسولؐ پاک پر آہ و نالہ خارج از بیان ہے حضرت امام زین العابدینؑ نے سرِ مبارک مزارِ رسولؐ پاک سے اٹھایا اور جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

(ص ۵۲، ۵۴ مصنفہ مولانا محمد داؤد صاحب فاروقی)

ہندہ زوجہ یزید اور سرِ امامؑ

۱۔ یزید کے گھر میں جب یہ خبرِ وحشت اثر پہنچی تو اس کی بیوی نے حضرت حسینؑ کے سرِ مبارک کو عرقِ گلاب سے دھو کر صاف کیا اور بعد میں اپنے گھر میں تین دن تک صفِ ماتم بچھا رکھی اور خوب ماتم کیا۔ یزیدؔ کی بیوی کو حضرت حسینؑ کا سرِ مبارک دھونے کے بعد خواب میں سیدۃ النساءؑ خاتونِ جنت حضرت فاطمہؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ (منتہی الآمال ج ۱ ص ۲۸۶)

سرِ امامؑ دروازۂ دمشق پر

یزیدلع نے حکم دیا کہ حضرت امام حسینؑ اور سارے شہداء کے سروں
کو دروازۂ دمشق پر لٹکا دو۔ تاکہ جو کوئی میری بغاوت پہ سر اٹھائے اس کا سر
بھی اسی طرح کاٹ کر لٹکا دیا جائے گا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ تین شب و روز اس
روسیاہ کے حکم سے شہدائے کرام دار کے سر دمشق کے دروازے پر لٹکے رہے
شامیانِ سیاہ رو صبح و شام وہاں بنظرِ تفریح آتے اور اللہ کی قدرت
کے کھیل کی سیر کر جاتے۔

(عناصر الشہادتین ص ۳۰۴)

دخترانِ حسینؑ اور سرِ امامؑ

جب سرِ حسینؑ یزیدلع کے پاس پہنچا تو وہ بُری طرح رونے لگا اور چیخا
میں نے تو یہ نہیں کہا تھا۔ میں نے کہا تھا حسینؑ کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔

اگلے دن اہلِ بیتؑ بھی اُس کے پاس آگئے۔ حضرت امامؑ کا سرِ مبارک
بھی وہاں تھا۔ سکینہؑ اور فاطمہؑ دخترانِ امام عالیمقام نے اپنے باپ کے سر
کو دیکھا تو بُری طرح چلائیں اور پھر آنسو روک کر یزیدلع سے پوچھا، کیوں یزید
رسول اللہ کی نواسیوں کے ساتھ یہی سلوک روا تھا۔

یزیدلع نے معذرت کی۔ اُن کو حرم میں بھیجا۔ وہاں عورتیں اِن سے
لپٹ لپٹ کر روئیں۔ (طلوت ... ام حصہ سوئم ص ۹۶-۹۹۔ از رشید اختر ندوی)

۲ حضرت امام زین العابدینؑ کے وعظ بصیرت افروز اور ضیغم ہاشمی
کی للکار سے گھبرا کر یزید جامع مسجد چھوڑ کر گھر آگیا اور سرِ امامؑ لے کر رونے لگا
اس کی بیوی نے کہا، اب رونا بے کار ہے۔ میں شام کو سوئی تو میں نے خواب
میں دیکھا کہ آسمانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ملائیکہ کی تمام جماعتیں
نازل ہو رہی ہیں۔ وہ سب سرِ امامؑ کے پاس آ رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں۔

"السلام علیک یا ابا عبداللہ"

اتنے میں ایک ابر آسمان سے اُترا۔ اس میں بہت سے آدمی ہیں۔ ان
میں سے ایک شخص جس کا چہرہ چاند سے زیادہ روشن تھا آگے بڑھا اور سر
امامؑ کے قریب پہنچ کر رویا۔ پھر فرمایا۔

"سلام تجھ پر اے میرے لختِ جگر! افسوس کے تجھے قتل کیا گیا۔ اور
ایک ایک گھونٹ پانی تجھ پر بند کیا گیا۔ تو یہ سمجھا ہے کہ وہ لوگ تجھ کو نہیں پہچانتے
میں تیرا نانا مصطفٰے ہوں۔ یہ تیرے والد علی مرتضٰے ہیں۔ یہ تیرے بھائی حسنؑ اور یہ
تیرے چچا جعفر طیار ہیں"۔

بس اس معاملے کو دیکھتے ہی میں خواب سے چونک پڑی۔ یزید نے یہ
خواب سنا پھر متفکر ہو کر سوچتا رہا۔ بعد ازاں حضرت زین العابدین کو بلا کر نہایت
تعظیم و تکریم سے بٹھا کر کہنے لگا۔ امام جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اب اگر آپ یہاں رہنا
پسند فرماتے ہیں تو بڑی خوشی سے رہئیے۔ میں آپ کی ہر خدمت کو حاضر ہوں اور
اگر آپ تشریف لیجانا چاہتے ہیں تو میں بھیجنے کے لئے حاضر ہوں۔

(اوراقِ غم ص ۲۹۷ علامہ ابو الحسنات قادری)

بی بی زینبؑ اور سرِ امامؑ

یزیدؑ نے اہلِ بیتؑ کے قیام کا علیحدہ انتظام کر دیا۔ بی بی زینبؑ کی خواہش پر امام حسینؑ کا سرِ مبارک اُن کے سپرد کر دیا گیا۔ گو معاملہ ختم ہو چکا تھا مگر یزیدؑ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان تلوار کے زور سے خاموش ہیں۔ واقعہ کربلا نے گو بہت ہیبت طاری کر دی لیکن حسینؑ نے شہید ہو کر اُن کے دل فتح کر لئے اور شہادتِ حسینؑ نے بنو فاطمہ کا ایسا سکہ بٹھا دیا ہے جو اب زائل نہیں ہو سکتا رات کے وقت وہ شراب کے نشہ میں مست ہو کر سونے کی کوشش کرتا، مگر اس کے دل پر کچھ ایسا خوف چھایا ہوا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد اُس کی آنکھ کھل جاتی ٹہلتا اور سوچتا کہ کس طرح یہ دھبہ دور کروں۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ رات نصف گزر چکی تھی اور مخلوقِ خدا نیند کی لپیٹ میں بے خبر تھی۔ تارے بساطِ فلک پر اٹھکیلیاں کر رہے تھے اور ہوا خاموشی کے ساتھ نظامِ عالم کی تکمیل میں منہمک تھی۔ دفعتہً قیام گاہِ سادات سے کسی عورت کا نالہ بلند ہوا یہ اس قدر دردانگیز تھا کہ یزیدؑ ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ جا کر دیکھا تو زینبؑ بنتِ علیؑ بھائی کا سر گود میں لئے بلبلا رہی ہے اس کی فریاد نے کہرام مچا رکھا ہے زمین و آسمان اس کے ہمنوا ہیں اور دمشق کا ذرہ ذرہ رات کی تاریکی اور ہوا کے فراٹے میں شہادتِ حسینؑ کا مرثیہ پڑھ رہا ہے۔

آگے بڑھا اور کہا،

"زینبؑ جو ہونا تھا ہو گیا تیرا نالہ مسلمانوں کا کلیجہ توڑ دے گا اور میری تلوار

ان کے سر اڑا دے گی مسلمانوں کے اس قتل و خون کی ذمہ دار تو اور تیرے بھائی کا سر ہو گا۔ زینبؑ حسینؑ کا سر دے دے کہ تیرا سوگ کم ہو اور صبر آ جائے۔"

ناگہاں ایک خفیف سی مسکراہٹ بی بی زینبؑ کے منہ پر آئی انھوں نے یزید کے سامنے بھائی کے سر کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا۔

یزیدؑ تو کہتا ہے جو ہونا تھا ہو چکا مگر تجھے یہ معلوم نہیں کہ ابھی کچھ نہیں ہوا جو کچھ ہونا ہے اب ہو گا اور اس کا وقت اب آ رہا ہے جس کو تو ہو چکا سمجھتا ہے وہ ایک تمہید تھی۔ اس کی جو ہونے والا ہے اور ایک جھلک بھی اُس کی جو ہو گا حوادث کربلا مردہ قوم کو زندہ کریں گے۔ سوتوں کو جگا دیں گے جب انسانی دنیا میں طاقت کی حکومت ہو گی۔ ظالم مظلوم کو تاراج کرے گا اور طاقتور کمزور کو فنا کرنے پر آمادہ ہو گا اور خون کے پرنالے بہیں گے۔ اور انسانی زندگی چیونٹی سے زیادہ وقعت نہ رکھتی ہو گی۔ جب کمزور کی زبان طاقت کے سامنے التجا کرتے کرتے گھس جائے گی۔ جب شہ زور ہاتھ نحیف کی خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دینگے اور جس وقت نفسانیت کا دور دورہ ہو گا اور لاچار کی بربادگی ہو گی اُس وقت تاریخِ کربلا کا ذریں اصول دہرائے گی۔

اور جن لوگوں کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں وہ بھی حسینؑ کے نقشِ قدم پر سر جھکا دیں گے اس وقت اسلام کا ڈنکا دنیا میں بجے گا اور میرے نانا کی مقدس رُوح جو طیبہ میں آرام فرما رہی ہے میرے اس بھائی کو جس کا سر میری گود میں ہے دُعا دے گی۔

یزیدؑ ابھی کچھ نہیں ہوا تو نے اپنے احکام کی تعمیل دیکھ لی مگر اس تعمیل کا انجام ابھی

دیکھنا باقی ہے۔ تو دیکھے گا اور ہم دکھائیں گے کہ خدا کا قہر تجھ کو اور
تیرے ساتھ ربا ہان کربلا کو کس طرح کتے کی موت مارتا ہے۔ یہ
سلطنت و حکومت جس کے لئے تو نے خاندان رسالت کو تہ تیغ کیا اور
ناموس اسلام کی بے حرمتی کی خود تیری اولاد کے ہاتھوں ذلیل و خوار
ہوگی اور تیری زندگی میں تیرے منہ پر اور میرے نانا کا کلمہ پڑھنے
تیری قبر پر اس وقت تھوکیں گے جب تک دنیا آباد ہے۔

ہمارے بھائی کا سر ہمارے پاس رہنے دے اور ہم کو
رخصت کر کہ اپنے جدا مجد کے روضہ پر حاضر ہو کر دل کی آگ بجھا
سکیں۔"

یزید خاموش رہا اور اسی وقت حکم دیا کہ نعمان بن بشیر امام حسینؑ
کے سر اور قافلہ کے ساتھ مع سواروں کے روانہ ہوں اور مدینہ منورہ پہنچا دیں

(سیدہ کا لال ص ۲۷۵، ۲۷۶)

بنت رسولؐ کی لونڈی اور سر امامؑ

عمر بن سعد نے کوفے سے ادھر پڑاؤ کیا۔ اور بہت سے کوفی جنگل میں
منگل دیکھنے کی غرض سے موقع پر آئے۔ آدھی رات کے سنسان وقت میں
زینبؑ بنت علیؑ، جو رسیوں سے بندھی ہوئی خدائے برتر و بہتر کے حضور میں
تھیں کان میں دفعتاً یہ آواز پہنچی، بی بی میں حاضر ہو جاؤں
نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ایک بڑھیا عورت سر پر ردا ڈالے اور منہ چھپائے

سامنے کھڑی ہے۔ چاند نے بڑھیا کی صورت پہچاننے میں مدد دی۔ اجازت
ملتے ہی قدموں میں گری اور ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"غریب محتاج ہوں۔ یہ تھوڑا سا شہد اور پانی اس امید پر لائی
ہوں کہ قبول ہو گیا تو بیڑا پار ہے۔ بی بی میں غیر نہیں ہوں۔ مجھے مدینہ
منورہ میں بی بی فاطمہ زہرؑ کی کفش برداری کی عزت حاصل ہوئی ہے۔ فرمایئے
آپ کون ہیں۔ اور بتولؑ کے لخت جگر سے آپ کا کیا تعلق ہے۔ میں جس وقت
کا ذکر کر رہی ہوں اس وقت میری مالک میری آقا بی بی فاطمہؑ کی گود میں ایک
بچی تھی جس کا نام زینبؑ تھا۔ بتا رسولؐ زادی خدا کے واسطے بتا تیرا نام
کیا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ صورت جو عرصہ سے اوجھل تھی، آج پھر
سامنے ہے اور میں اس وقت بنت الرسولؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی
ہوں"۔

بی بی زینبؑ کی آنکھوں سے آنسو کی لڑیاں بہ رہی تھیں انھوں نے
بڑھیا کا سر اٹھایا اور کہا۔

"میں بی بی فاطمہؑ کی بیٹی نہیں لونڈی ہوں۔ بی بی کی خدمت میں عمر
گزاری ہے اس لئے وہی عادت و خصلت پیدا ہو گئی ہے تو محبت سے
جو لائی ہے سیدہؑ کی کنیز اس کو سر آنکھوں پر رکھے گی تو نے اس جنگل
اور پردیس میں ہم مظلوموں کی مہمان نوازی کی۔ ہماری دعائیں تیرے ساتھ
ہیں۔ خدا تجھے خوش رکھے"۔

زینبؑ میں نے تجھے گود میں کھلایا ہے تو یقیناً بنت الرسولؐ کے کلیجہ کا

ٹکڑا ہے میرا دل کہہ رہا ہے۔ میں دوپہر سے بیٹھی اپنے مولاؑ کا سر آنکھوں سے لگا رہی تھی۔ زینبؑ میرے سر پر ہاتھ رکھ دے اور آخر وقت خوشخبری سنا دے کہ خوش وخرم دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ اور معلوم ہو جائے کہ جان بنتِ زہراؑ کے قدموں میں نکلی ہے۔

بڑھیا یہ کہہ کر الگ ہوئی اور امام حسینؑ کا سر گود میں لئے پہنچتی ہوئی بی بی زینبؑ کے قدموں میں گر پڑی اور کہا۔

بی بی مجھ کو اجازت دے کہ اس سر پر اور ان قدموں پر قربان ہو جاؤں بڑھیا کی حالت دگرگوں ہو گئی تو بی بی زینبؑ نے اس کا سر گود میں لیا اور کہا۔

ہاں بنت الرسولؐ کی لونڈی زینبؑ میں ہی ہوں"۔

اتنا سنتے ہی بڑھیا پر وجد کی حالت طاری ہو گئی اس نے چیخ ماری اور ختم ہو گئی۔

(سیدہ کا لال از علامہ راشد الخیری صفحہ ۲۶)

سمرہ بن جندبؓ اور سر امامؑ

یزید سرِ حسینؑ کو جو طشت میں رکھا ہوا تھا دیکھ کر بہت خوش ہوا اور درخت خیزران کی چھڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی وہ حضرتؑ کے لبوں پر لگاتار ہا اور کہتا رہا۔ اے حسینؑ اسی منہ سے تم کہتے تھے کہ ہم یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ اب کہو تمھارا کیا حال ہے۔ کچھ اس طرح بکتا جاتا تھا۔ اسی مجلس میں سمرہ بن جندبؓ صحابی موجود تھے انھوں نے اس وقت ایک نعرہ مارا اور کہا۔

قطع اللہ یداک۔ اللہ تیرے ہاتھ کاٹے میں نے بارہا دیکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ ان ہونٹوں کو چوما کرتے تھے۔ اور تو اب ان ہونٹوں پر لکڑی لگاتا ہے۔ اے ظالم تو خاندان نبوتؐ پر اتنا ظلم کر چکا ہے، ایسے تجھے نیس نہیں ہے۔

یزید اس بات پر بہت غصہ ہوا اور کہا "اے سمرہؓ! مجھے تیرے صحابی ہونے کا خیال ہے ورنہ میں تجھ کو اس گستاخی کی سزا دیتا"۔

انھوں نے فرمایا ناتف ہے تیرے اس فہم پر کہ تجھے صحابیت کا تو خیال ہے اور نبیؐ کے جگر گوشوں کا یہ حال ہے۔

(فردوس آسیہ ص ۲۹۸)

حضرت زید بن ارقم اور سر امامؑ

حضرت زید بن ارقم راوی ہیں کہ جب سر امام گشت کرتا ہوا میرے مکان کے قریب سے گزرا میں بالا خانہ میں دریچہ پر بیٹھا تھا۔ میں نے سنا اس سر مبارک سے یہ آیت پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔

ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانو من آیاتنا عجبا

میرا تمام جسم لرزنے لگا اور میں سمجھ گیا کہ یہ سر امامؑ سید الشہداؑ کا ہے۔

(اوراقِ غم ص ۲۸۶ مولف علامہ ابوالحسنات قادری)

بشیر بن مالک اور سر امامؑ

شمر نے سر سرورؑ کو بشیر بن مالک کے حوالہ کیا کہ اس سر کو یزید کے آگے تحفہ لے جائے اور قتل امام حسینؑ پر فخر کرے اور یزید سے صلہ نیک اور انعام کثیر مانگ لائے۔ پس بشیر نے سر شبیرؑ کو یزید کے آگے رکھ کر حضرت کے قتل پر فخر کرکے یزید سے کہا، سر امام لیجیے اور اس کے عوض صلہ نیک دیجیے پھر چند اشعار عربی کے بیان کیے جن میں شرف حسب و نسب اور بزرگی حضرت امام عالیمقامؑ کے یزید کے سامنے کہے اور بہت تعریفیں امامؑ کی بیان کرکے کہا میں نے شہنشاہ کو مارا ہے جو فرزند خاص رسول اللہ اور علیؑ کا ماہ پارہ ہے فاطمہ زہراؑ کے پیارے کا سر اتارا ہے بسو زر و جواہرات دیجیے اور عمدہ گھوڑا دیجیے۔

یزید تعریف حضرت امامؑ ذی حشم کی سن کر جل گیا اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اس نے بشیر بن مالک سے کہا، جب تو امام حسینؑ کو ایسا جانتا تھا حسب و نسب کو خوب پہچانتا تھا تو انھیں مارا ہی کیوں۔ ان کا سر گردن سے کیوں اتارا؟"

پھر غضبناک ہو کر کہا، بشیر کو باہر لے جاؤ اور ابھی اس کا سر کاٹ کر میرے پاس لاؤ۔

جلاد نے بشیر کو باہر لیجا کر ایک ہی وار سے اس شقی کو فی النار کر دیا بشیر بھی منجملہ ان دس لوگوں میں تھا جنھوں نے امامؑ تشنہ کام کے قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا۔

(غامر الشہادتین صفحہ ۲۹)

قاصد قیصر روم نصرانی اور سر امام

دربار یزید میں ایک نصرانی قاصد قیصر روم کا موجود تھا۔ اس نے سر حسینؑ کے ساتھ یہ بے ادبیاں دیکھیں تو کہا، "عیسیٰؑ کی سواری کے کھروں کے نشان ہم جہاں پاتے ہیں آج تک ان کی حرمت کرتے ہیں اور جواہر زر و مال قربان کرتے ہیں حیف ہے کہ تم نے اپنے نبی کے پیارے نواسے کو مار ڈالا اور سنتا ہے کہ بھوکا پیاسا رکھ کر مارا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم سب بڑے ظالم لوگ ہو۔

اس پہ بھی یزید خفا ہوا اور کہا تو سلطان روم کا قاصد ہے۔ ورنہ تجھے شدید سزا دیتا۔

اس نے کہا یہ اور افسوس کی بات ہے کہ روم کے قاصد کا پاس اتنا اور نبیؐ کے فرزند کے قتل میں کچھ وسواس نہ آیا۔

(فردوس آسیہ ص ۲۹۹)

یہودی سوداگر اور سر امامؑ

دربار یزید میں ایک یہودی سوداگر بھی موجود تھا اس نے پوچھا یہ سر کس کا ہے

جواب ملا، اس شخص کا ہے جس نے ہماری بیعت سے انکار کیا۔

سوداگر نے کہا، یہ شخص قوم کا بڑا شریف معلوم ہوتا ہے۔ کیا اس نے تمہارا مقابلہ کیا۔"

جواب ملا "یہ شخص قوم بنی ہاشمؑ سے ہے"۔

کہا، اس کے باپ کا نام کیا ہے؟"

جواب ملا، "علیؑ اور ماں کا نام فاطمہؑ"۔

کہا، فاطمہؑ کس کی بیٹی تھی؟"

جواب ملا محمد رسول اللہ کی"۔

یہودی نے کہا، "تو یہ تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہے؟"

یزیدؑ نے کہا، "ہاں۔!"

یہودی سوداگر نے سر دھنا اور اپنے ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا، "تم نے بڑا غضب کیا۔ تم جس کا کلمہ پڑھتے ہو اسی کے نواسے کا سر کاٹ کر اپنے سامنے رکھ کر خوشی منا رہے ہو۔ یہ بھی تمہاری ہی جرأت ہے اور کسی سے یہ کام کیا ہو سکتا ہے"۔

سوداگر نے پھر کہا، "میرے اور داؤدؑ کے درمیان ستر پشت کا واسطہ ہے میرے یہاں ابتک ان کی عزت اور حرمت قائم ہے۔ وائے افسوس ابھی کل کی بات ہے کہ تمہارے نبیؐ نے دنیا سے انتقال کیا اور تم نے اس کے خاص نواسے کے ساتھ یہ سلوک کیا۔"

یہ کہہ کر سوداگر دربار یزیدؑ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور چلا گیا۔

(فردوس آسیٹھ ص۲۹۸)

یحیٰی یہودی اور سرِ امامؑ

جب قافلہ اسیران اہل بیتؑ مقام حرّان پہنچا تو ایک یہودی جس کا نام یحیٰی تھا بالاخانہ پہ بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر سروں پر پڑی جو نیزوں پہ تھے جب امام کے سر مبارک کو دیکھا تو لب ہائے امام متحرک تھے۔ کان لگا کر سُنا تو آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے

ولیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

یحیٰی نے حیران ہو کر پوچھا یہ کن لوگوں کے سر ہیں۔ بتایا گیا کہ یہ سرہائے اہل بیتؑ محمد رسولؐ اللہ کے ہیں۔ پوچھا کہ سب کے آگے کس کا سر ہے کہا گیا یہ امام حسینؑ محمدؐ رسول اللہ کے نور عین کا سر اقدس ہے۔

یحیٰی کہنے لگا کہ اگر ان کے ناناؑ حق پر نہ ہوتے تو اُن کے نواسےؑ کے سر سے یہ کرامت کیسے ظاہر ہوتی فوراً مسلمان ہوا اور زنان حرم محترم کے لئے حلہ ہائے مصری لایا حضرت زین العابدینؑ کی خدمت میں ایک ہزار درہم نقد اور لباس فاخرہ پیش کیا۔ بدبختوں نے یحیٰی سے کہا، ہم شاہی قیدیوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کرو۔ ورنہ قتل کئے جاؤ گے یحیٰی کو جوش آگیا۔ تلوار نکال لی اور کہا، خبیثو! یہ شاہی مجرم نہیں یہ مجرمان عشق محبت ہیں۔ ورنہ دم زدن میں تمہیں نیست و نابود کر دیتے۔

پھر اُس نے نعرۂ تکبیر لگا کر خوب مقابلہ کیا پانچ خبیثوں کو جہنم پہنچا کر داخلِ خلد بریں ہوا۔

(اداراک عم ص۲۰۶)

زریر خزاعی اور سرِ امامؑ

شہر عسقلان میں زریر خزاعی ایک سوداگر اسی روز سفر سے لوٹا تھا جس دن قافلہ اہل بیتؑ کا وہاں جلوس نکالا گیا تھا۔ اُس نے اس رونق اور چہل پہل کا سبب پوچھا ایک آدمی نے جواب دیا کہ عرب کا کوئی آدمی باغی ہو گیا تھا اور یزید بن معاویہ کے خلاف لڑائی شروع کی تھی جس پر دمشق اور کوفہ کے سرداروں کو حکم ہوا کہ اس کا سر کاٹ کر لایا جائے اور چونکہ بڑے کشت و خون کے بعد اس کا اور اس کے عزیزوں کے سر ہاتھ لگے ہیں اس لئے یہ طرب ترانہ کیا جا رہا ہے زریر نے زیادہ تفصیل سے معلوم کیا تو رسول اللہؐ کی بیٹی کے لڑکے کا سر تھا اس کا باپ علیؑ تھا اور بھائی حسنؑ اور وہ سراپا صدق و ایمان تھے

زریر کا دل غم و غصے سے خون ہو گیا اور فوراً بھیڑ میں سے ہٹتا ہوا امام زین العابدینؑ کے نزدیک جا پہنچا اور رونے لگا۔ شہزادہؑ نے پوچھا کہ سب ہنس رہے ہیں اور تو روتا ہے۔ کہا میں آپکو پہچانتا ہوں مگر افسوس اپنے قبیلہ سے دور ہوں۔ اور مسافر ہوں۔ پھر بھی کوئی خدمت بتائیے۔

شہزادے نے فرمایا کہ سرِ امامؑ اٹھانے والے کو کہو کہ اونٹوں کے پہلوؤں سے آگے بڑھ کر چلے تاکہ لوگ اسکی طرف مشغول ہو کر ہماری عورتوں کو دیکھنے سے باز رہیں۔ زریر نے پچاس دینار نیزہ بردار کو دیئے اور یہ خدمت ادا کی۔ اور پھر حاضر ہو کر کہا، کوئی اور ارشاد! پھر فی الفور ہر ایک خاتون کے لئے دو دو جوڑے لا کر دیئے اور شہزادے کے لئے پگڑی اور جبہ لایا۔

اسی اثنا میں ایک شور مچا اور شمر ذی الجوشن لعین ایک ہجوم کے ساتھ خوشی کے نعرے مارتا ہوا پہنچا۔ خزاعی کے دل میں اسلامی مشیئت نے جوش مارا اور اس نے بے اختیار ہو کر شمر لعین کے گھوڑے کی باگ تھام لی اور کہا، او بے شرم تیرے ہاتھ کٹیں، تیرا دل ٹوٹے، یہ کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ شمر لعین نے نوکروں کو آواز دی۔ انھوں نے ہتھیاروں سے اور اہل شہر نے پتھروں سے اُس پر وار کیے زریر زخمی ہو کر بے ہوش ہو گیا اور جب گرا تو لوگ مردہ سمجھ کر وہیں چھوڑ گئے آدھی رات کو اُسے ہوش آیا۔ شہر کے باہر ایک مقبرہ تھا جس میں انبیاءؑ کے مزار تھے۔ اور عمارت سلیمانؑ نے بنوائی تھی۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ بہت سے آدمی جمع ہیں اور گریہ ماتم کر رہے ہیں۔ یہ ماتم شہداءؑ کی مصیبت کا نتیجہ تھا۔ یہ بھی اُن میں شامل ہو گیا جب انھوں نے ارمان ظاہر کیا کہ کاش کربلا میں ہوتے تو شہید ہوتے۔ یا اپنے نبیؐ کی آل کا انتقام لیتے۔

زریر نے کہا اب بھی انتقام لینے کا موقع ہے۔ چنانچہ مال و اسباب اور اسلحہ جمع کر کے زریر نے ایکسٹو دس آدمیوں کا سردار بنکر جمعہ کے روز یزید لعین کے خطبہ خوان کو قتل کر دیا۔ اور پھر شہر کے حاکم کو اسیر کر کے شہر پر قابض ہو گئے۔

(شہیدان کربلا صفحہ ۹۱، ۹۲ از محمد حسین صاحب)

سہل ساعدی اور سرِ امامؑ علیہ السلام

سہل ساعدی بیان کرتے ہیں کہ میں تجارت کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔

دمشق کے نواح میں ایک گاؤں کے لوگوں کو دیکھا کہ خوشیاں منا رہے ہیں اور ڈھول بجا رہے ہیں کسی سے اس کا سبب پوچھا تو جواب ملا کہ شاید تو اعرابی ہے۔ میں نے کہا! میں محمد مصطفیٰؐ کا مصاحب رہ چکا ہوں، اس آدمی نے کہا عجیب بات ہے کہ اس واقعہ پر آسمان سے خون نہیں برستا۔ اہل عراق نے یزید کی طرف تحفہ بھیجا ہے اور وہ امام حسینؑ کا سر ہے۔

میں یہ سنکر دوڑا اور بڑی محنت کے بعد اس جلوس کے قریب پہنچا نیزہ پر ایک سر دیکھا جو رسولؐ اللہ سے مشابہت رکھتا تھا۔ میں بے اختیار رو پڑا تو اہل بیتؑ سے ایک آواز سنائی دی کہ اے بوڑھے کیوں روتے ہو؟

میں نے عرض کیا، "آپ کون ہیں؟"

جواب ملا؟ "سکینہؑ ہوں، امام حسینؑ کی بیٹی!"

میرا رونا دگنا ہو گیا۔ اور میں نے عرض کیا؟ میں آپ کے جد بزرگوارؐ کے صحابہ میں سے ہوں کیا آپ کو کسی چیز کی احتیاج ہے کہ میں دل سے پوری کر دوں۔

سکینہؑ نے ایسا ہی واقعہ اپنے بھائی سے ہوتا دیکھ کر سبق حاصل کیا تھا فرمایا میرے والد کے سر کو اگر دوسرے سروں کے ساتھ آگے لے جائیں تو شاید لوگوں کی نظر ہم سے ٹل جائے

میں نے نیزہ بردار کو چار سو درہم پر راضی کر کے یہ کام کیا۔ بعد ازاں خلقت کا اژدہام ہو گیا میں نے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے مگر اہل بیتؑ تک پہنچ کر اور خدمت بجا نہ لا سکا۔

(شہیدان کربلا ص ۹۲-۹۳)

ابوالخنوق کوفی اور سرِ امامؑ

ابوالخنوق کوفی کہتا ہے کہ انثائے راہِ کوفہ و شام میں نگہبانی سرہائے شہداءؑ کے واسطے رات بھر پچاس جوانانِ مسلح کا پہرہ رہتا تھا۔ ایک رات میری باری تھی پہرے والے سو گئے اور رہروں سے غافل ہو گئے۔ اس شب مجھے نیند نہیں آتی تھی۔ طبیعت گھبراتی تھی اتنے میں آسمان سے ایک آواز مہیب آئی۔ قریب تھا کہ آسمان پھٹ جائے۔ ساری دُنیا الٹ جائے۔

پھر میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ بڑے لمبے سفید نورانی کپڑے پہنے ہوئے آسمان سے نیچے آئے اور اپنے سر کو ننگا کر کے صندوق میں سے سر مبارک امام حسینؑ کو باہر لائے پھر رو رو کر ان کے منہ پر بوسے دینے لگے بلائیں لینے لگے۔

میں نے قصد کیا کہ قبل اس کے کہ اور لوگ جاگیں سر امام حسینؑ ان سے لیکر صندوق میں بند کر دوں کہ ناگاہ ایک شخص مجھ پر کڑکا کہ خبردار آگے مت جانا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ فرزند حبیبؐ خدا کی ماتم پرسی کیلئے تشریف لائے ہیں۔

پھر دوسری آواز سنی کہ حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے پھر سنا حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق علیہ السلام تشریف لائے

آخر میں حبیب کبریا سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کبارؓ اور حیدر کرارؑ اور امام حسنؑ حضرت حمزہؓ اور جعفر طیارؑ وہاں جلوہ افروز ہوئے۔ اور ہر ایک بزرگ اس سر کو اٹھا کر تعظیم کرتا اور سرد آہ دل پر درد سے بھرتا تھا۔

(عناصر الشہادتین ص ۲۸۶)

زیارت سرِ امامؑ سے

ایک راہب کا مشرف بہ اسلام ہونا

ابن سعد لعین نے عاشورہ کے دن بعد شہادت حسینؑ آپ کے سرِ مبارک کو اپنے سامنے طلب کیا اور دیکھنے کے بعد خولی بن یزید کو حکم دیا کہ یہ سر مع دیگر سروں اور مع عورتوں اور لڑکوں کے پاس لے جاؤ وہاں سے دمشق روانہ ہونا اور خوب احتیاط کرنا۔

دوسرے دن صبح گیارھویں تاریخ کو اپنی طرف والوں کی لاشیں دفن کرائیں تیسرے دن بارھویں کو سب شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر میدان کربلا سے مع اہل بیت کے بشیر بن مالک اور خولی بن یزید کے ساتھ کوفہ کو روانہ کیا پہلی منزل پر پہنچے تو ایک بت خانہ کی دیوار پر مندرجہ ذیل شعر لکھا ہوا دیکھا۔

اترجوا امۃ قتلت حسینا   شفاعۃ جدہ یوم الحساب

(امت حسین بن علیؑ کو قتل کرے اور بروزِ محشر ان کے ناناؐ کی شفاعت کی امید رکھے۔

یزیدیوں نے بت خانہ کے پجاری سے پوچھا یہ شعر کس نے لکھا ہے۔ اور کب سے لکھا ہوا ہے پجاری نے کہا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ ہاں اپنے بڑوں سے یہ سنا ہے کہ یہ شعر اس دیوار پر تمہارے نبی سے پانچ سو برس پہلے کا لکھا

لکھا ہوا ہے جب پجاری کو یہ قصہ بخوبی معلوم ہوا تب اس نے یزیدیوں کو دس ہزار درہم دیئے۔ اور کہا، یہ سر مجھے آج کی رات دے دو۔ وہ راضی ہو گئے۔

پجاری نے سرِ مبارک کو عطر اور کافور اور مشک لگا کر صندل کی چوکی پر رکھا۔ اس کے سامنے شمع رکھی اور تمام رات جمال مبارک دیکھتا رہا۔ کہ ستون کے ستون نور کے آپ کے سامنے کھڑے ہیں اور زمین سے آسمان تک نور کا عجیب جلوہ ہے۔

صبح کو وہ پجاری مسلمان ہو گیا اور بقایا عمر اس نے خدا اور رسولؐ کی محبت اور یاد میں گزار دی۔

(فردوس آسیٹھ ۳۹۶، ۳۹۷

سرِ امامؑ کا فرمانا

کہ میرا قتل اصحاب کہف کے قصہ سے زیادہ عجیب ہے

ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیتنا عجبا۔

روایت ہے ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے کہا کہ واللہ میں نے دیکھا کہ سر مبارک سیدنا حسینؑ کو لئے جاتے تھے نیزے پر اور میں دمشق میں تھا سر مبارک کے آگے ایک شخص سورہ کہف پڑھتا جاتا تھا جب اس آیت پر پہنچا۔

"کیا تو نے جانا کہ اصحاب کہف" اور رقیم ہماری نشانیوں قدرت کا سے عجوبہ تھے۔

تو گویا کردیا سرِ حسینؑ کو بزبانِ فصیح پھر فرمایا سرِ مبارک نے عجیب تر ہے
اصحابِ کہف کے قصہ سے قصہ میرے قتل کا اور اٹھائے پھرنا سر کا
(یعنی اصحابِ کہف کو کافروں نے فقط ستایا تھا اور امامؑ کو اُن کے نانا کے کلمہ پڑھنے والوں نے پائمال کیا اور مصائب میں گھیر کر شہید کیا اور سرِ مبارک کو نیزہ پر چڑھا کر شہروں شہروں پھرایا اور اصحابِ کہف جو سو کر سالہا سال کے بعد بولے تھے۔ روح اُن کے بدن میں موجود تھی اور امامؑ کے سرِ مبارک نے کٹنے کے بعد کلام کیا تو درحقیقت جس قدر تعجب امامؑ کے قصے میں ہے اتنا اصحابِ کہف کی قید میں نہیں۔

(شہادۂ عظمیٰ صـ۱۲۸۲ از مولانا سید علی جید صاحب)

یہ کتابیں ضرور پڑھیئے

۱۔ حسینؑ حسینؑ جلد اوّل۔ دوم اور سوم، قیمت فی جلد بیس روپیہ (۲) تشکیل پاکستان میں شیعانِ علیؑ کا کردار قیمت فی جلد ۲۵ روپیہ (۳) بیعتِ علیؑ قیمت ۹ روپیہ۔ حضرت علیؑ کے معجزات قیمت ۱۵ روپے (۵) نہج البلاغہ کی روشنی میں زندگی کا منظر قیمت دس روپیہ (۶) آستانہ مولا علیؑ پر قیمت ۲۰ روپیہ (۷) امام خمینی کی واپسی قیمت دس روپیہ (۸) تاریخِ سرِ حسینؑ قیمت ۲۵ روپیہ۔ ایک دردناک داستان۔

مدفنِ سرِ حسین

ہوتا ہے قبول لاکھ میں سر کوئی
شایانِ شہادت ہے کہیں سر کوئی
۱۳ تیرہ سو صدیاں گزر چکی ہیں لیکن
پیدا نہ ہوا شہیدِ اکبر سا کوئی

علامہ سیماب اکبرآبادی (مرحوم)

★

سبط ابن جوزی نے سرِ مبارک کے مدفن کی تحقیق میں پانچ اقوال نقل کئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ سب سے زیادہ مشہور روایت ہشام وغیرہ کی ہے وہ یہ کہ سر مبارک اہل بیتِ اطہار کے ساتھ دمشق سے مدینہ آیا۔ پھر وہاں سے کربلا بھیجدیا گیا اور جسدِ مطہر کے ساتھ دفن کردیا گیا۔

۲۔ دوسری روایت ابن سعد کی ہے۔ وہ یہ کہ مدینہ میں حضرت فاطمہ زہراؑ کے مزار کے ساتھ دفن کیا گیا۔

۳۔ تیسری روایت ابن ابی الدنیا کی ہے۔ وہ یہ کہ سر مبارک دمشق میں یزیدؑ کے خزانہ میں تھا اس کو کفن میں لپیٹ کر باب فردوس میں دفن کیا گیا بلاذری اور واقدی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

۴۔ فرات کے کنارے کوفہ کی مسجد میں دفن کیا گیا۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمر وراق نے کتاب المقتل میں ذکر کیا ہے کہ سرِ مبارک جب یزید کے یہاں لایا گیا تو اس نے آل ابی سبط کے پاس رقہ بھیجدیا۔ اور اُن لوگوں نے اس کو دراصل اپنے گھر کے اندر دفن کیا تھا لیکن بعد میں وہ گھر مسجد جامع کے اندر داخل کرلیا گیا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس جگہ پر بیری کا ایک درخت ہے۔

۵۔ سر مبارک باب الفردوس میں تھا کہ عہد فاطمیین میں وہاں سے عسقلان پھر عسقلان سے قاہرہ لایا گیا جہاں اسکی زیارت کے لئے ایک بڑا مشہد بھی تعمیر کیا گیا۔

ابن جوزی کے ان پانچ اقوال کے علاوہ چار اقوال اور بھی ہیں۔ جو دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ اس طرح یہ کل نو اقوال ہو جائیں گے۔

۶۔ چنانچہ چھٹا قول یہ ہے کہ سرِ مبارک دمشق نہیں لایا گیا۔ ابن کثیر لکھتے

ہیں۔ مورخین اور علماء سیر کے نزدیک مشہور ہے کہ ابن زیاد نے سر مبارک کو یزیدؑ کے پاس بھیجدیا تھا۔ اگرچہ بعض لوگ اس سے انکار کرتے ہیں اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

۷۔ ساتواں قول یہ ہے کہ قرطبی نے ابی کرب سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ولید بن یزید حملہ کرنے والوں میں تھا لیکن میں خزانہ لوٹنے والوں میں تھا۔ اس میں مجھے ایک تھیلی دستیاب ہوگئی تو میں نے کہا بس مجھے یہی کافی ہے۔ یہ خیال کرکے میں گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اور جب باب توما سے پار ہو کر اس تھیلی کو کھولا تو ریشم کے کپڑے میں لپٹا ہوا ایک سر دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا یہ حسینؑ کا سر ہے۔ بس میں نے اپنی تلوار سے گڑھا کھود کر سر مبارک اسی جگہ زمین کے اندر دفن کردیا۔

۸۔ آٹھواں قول مقریزی کا ہے لکھتے ہیں سر مبارک دمشق میں آنے کے بعد تین دن تک یوں ہی سولی پر لٹکا رہا پھر اتار کر سلاح خانہ میں رکھدیا گیا اتنے زمانہ تک وہاں رکھا رہا جب سلیمان بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو منگوا کر دیکھا تو صرف سفید ہڈی باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ اُس نے اسکو ایک تھیلی میں رکھ کر خوشبوؤں سے معطر کرکے اوپر سے ایک کپڑے میں لپیٹ کر مسلمانوں کے ایک قبرستان میں دفن کردیا۔

اس کے بعد جب عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ آیا تو انھوں نے سلاح خانہ کے خازن سے سر مبارک طلب کیا تو اس نے جواب دیا کہ سلیمان بن عبدالملک نے عرصہ ہوا کہ اسکو تھیلی میں رکھ کر اس پر نماز جنازہ پڑھی اور زمین کے اندر

دفن کرادیا۔ پھر بنی عباس نے بھی اپنے دور میں اس کو تلاش کیا اور انھیں جب یہ معلوم ہوا کہ زمین کے اندر مدفون ہے، تو انھوں نے زمین کے اندر سے نکلوا کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔

(خطط مطبوعہ بولاق ج، ص۲۳۰)

۹ ـــــ نواں قول عبداللہ شیرازی کا ہے۔ لکھتے ہیں تیموریہ جب شام پہنچے تو انھوں نے سر مبارک کا مدفن معلوم کر کے اسکو وہاں سے اکھیڑ کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔

(اتحاف الاشراف مطبوعہ بابی ۲۳)

شبلنجی کا بیان ہے کہ حضور شیخ علی اجھوریؒ نے رسالہ فضائل یوم عاشورہ میں رقم فرمایا ہے کہ مورخین اور اہل کشف کا ایک گروہ کہتا ہے کہ سر مبارک مصر کے مشہد میں دفن ہے۔

(سیرت شہید کربلا حصہ اول و دوئم مصنفہ علی جلال حسینی ترجمہ محمد ایوب عثمانی)

سر حسینؑ جامع ازہر قاہرہ میں

روایت ہے کہ مشہور اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک رات کے وقت اپنی خواب گاہ میں آرام کر رہا تھا کہ اسے خواب میں رسول کریم کی زیارت نصیب ہوئی خلیفہ خواب میں ہی اٹھ بیٹھا۔ جناب رسول اللہ نے خلیفہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور شانوں کو تھپکی دی اس کے بعد آپ غائب ہو گئے۔

خلیفہ خواب سے بیدار ہوا تو وہ بہت حیران تھا اور خواب کی تعبیر پوچھنے

کے لئے بیقرار تھا۔ اس وقت دربار میں علامہ ابن سیرین مشہور مورخ کو کافی رسوخ حاصل تھا۔ چنانچہ خلیفہ نے دوسری صبح ابن سیرین کو طلب کیا اور خواب سنا کر تعبیر دریافت کی۔

ابن سیرین نے تعبیر بتائی کہ خلیفہ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو گا جس سے جناب سرکار دو عالم خوش ہوں گے۔ یہ کام اہل بیت اطہار کے حق میں مفید ہو گا۔ چنانچہ سلیمان بن عبدالملک طویل مدت تک اسی فکر میں مبتلا رہا کہ خدا جانے وہ کون سا ایسا نیک کام ہے جو رسول اللہ کی خوشنودی کا باعث بنے گا۔ کافی عرصے کے بعد خلیفہ کو شام کے بیت المال کا جائزہ لینے کا اتفاق ہوا۔ خلیفہ نے خزانہ کا دفتر کھول کر ہر شے کی جانچ پڑتال کی اسی دوران میں ایک مقفل آہنی صندوق نکلا جس کا تالا کھول کر دیکھا گیا تو اندر سے مختلف غلافوں میں لپٹا ہوا سیدنا حسینؑ کا سر مبارک نکلا۔ جو واقعہ شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے دربار میں پیش کیا گیا تھا۔

چنانچہ بڑے اہتمام کے ساتھ سر مبارک کو نکال کر کفن میں لپیٹا گیا اور کئی ایک دنوں تک عقیدت مند زیارت کرتے رہے بعد میں علامہ نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ سر مبارک کو دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ مصر کے مرکزی شہر قاہرہ میں جہاں اب جامع ازہر کی عمارت ہے اس کے سامنے سر مبارک کو دفن کر دیا گیا اور سرخ و سفید پتھروں کو تراش کر ایک وسیع لیکن سادہ مزار تعمیر کیا گیا جس کے صدر دروازہ کے ساتھ ایک اونچا مینار بنایا گیا اور ساتھ ہی ایک خوبصورت گنبد تعمیر ہوا مزار کے دونوں طرف بڑے بڑے دروازے بنائے گئے اور ساتھ ایک وسیع ترین برآمدہ

بنایا گیا جو مزار کی جالی کے دونوں طرف ہے۔

یہ مزار جامع ازہر کے شمالی دروازے کے بالکل سامنے سڑک کے دوسرے کنارے پر واقع ہے اور اس مقام کو سیدنا حسینؓ کے نام سے شہرت ہو چکی ہے

(ہفت روزہ اسد لاہور ۱۸ جولائی ۱۹۶۰ء)

سر حسینؑ کربلائے معلی میں

۱۔ یزید نعؔ نے ایک ہزار سواروں کے ساتھ قافلۂ اہل بیت کو روانہ کیا اور سرہائے امامؑ کو مشک و کافور سے معطر کر کے امام زین العابدینؑ کے سپرد کیا۔

مختصر یہ کہ سیدوں کا لٹا ہوا کاروان روانہ ہو کر کربلا آیا۔ یہاں آکر تمام لاشوں کو دیکھا تو اسی طرح بے گور و کفن پڑی تھیں۔ امامؑ نے یہاں آکر قیام فرمایا اور مع سرہائے شہداء سب کو دفن کیا۔

۲۰ طفرالمظفر کو کربلا پہنچ کر لاشہ ہائے شہیدانِ صبر و رضا مدفون کیے گئے۔ ایک ماہ دس یوم کی مدت میں لاشوں کا کچھ نہ بگڑا بلکہ وہی زخموں سے خون کے فوارے جاری تھے۔

(اوراق غم ص ۲۹)

۲۔ حضرت امامؑ کا سر مبارک ایک مدت کے بعد نعش مبارک کے ساتھ کربلا میں ہی دفن کیا گیا۔ اس لیے کہ چند دنوں بعد اسکو دمشق سے واپس کر دیا گیا تھا لیکن

بعض مورخین کا خیال ہے کہ اسے دمشق میں دفن کیا گیا۔

(حسینؑ ابن علیؑ مصنفہ نکہت شاہجہانپوری ص ۲۸)

۳۔ یزید نعؔ نے اہل بیت کے لئے کپڑے وغیرہ بنوا کر اسباب سفر تیار کیا اور معقول زاد راہ دیکر نعمان بن بشیر کو تیس سواروں کے ساتھ انکی خدمت کے لئے مقرر کیا اور انکی حفاظت کے لئے تاکید کر کے مدینے کی طرف روانہ کیا۔ امام زین العابدینؑ اپنے والد بزرگوار اور دیگر بزرگوں کے سر ساتھ لے کر رخصت ہوئے ماہ صفر کی بیسویں تاریخ کو کربلا پہنچ کر ان سروں کو مع اُن کے تنوں کے دفن کر کے آگے روانہ ہو گئے۔

(شہیدان کربلا ص ۱۱۱)

سر حسینؑ مدینہ منورہ میں

۱۔ سر مبارک جناب امام تشنہ کام کے مدفن میں اختلاف ہے تحقیق۔ اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ یزید نعؔ نے سر مبارک کو مدینہ منورہ میں بھیجا پس وہ سر مبارک تجہیز و تکفین کر کے جنت البقیع میں جناب حضرت فاطمہ زہراؑ کے پہلو میں دفن ہوا

۲۔ سیدنا حسینؑ کا جسم اطہر تو کربلا میں مدفون ہے اور سر مبارک مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے اندر امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں مدفون ہے

(قرطبی۔ خلاصۃ الوفا۔ تقریر الشہادتین ص ۲۹)

۳۔ سر مبارک حسینؑ کے مدفن میں اختلاف ہے۔ قرطبی نے لکھا ہے اور صحیح تو یہ ہے کہ یزید نعؔ نے سر مبارک کو مدینہ منورہ میں بھیجا اور تجہیز کر کے جنت البقیع حضرت فاطمہ علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اور "خلاصۃ الوفا" میں لکھا ہے کہ امام حسنؑ کے پہلو میں مدفون ہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ یزید لعین کے خزانے میں رہا۔ آخر سلیمان بن عبدالملک نے اپنے عہد میں خوشبو لگا کر اور کفن دیکر نماز جنازہ پڑھی اور مسلمانوں کے مقبرے میں دفن کیا۔ لیکن کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ کربلائے معلیٰ میں آپ کے جسد مبارک کے پاس دفن ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (شہادت عظمیٰ ص ۲۷۱ مصنفہ مولانا سید علی حیدر صاحب)

۱۴- سانحہ کربلا کی جہاں جہاں خبر پہنچی لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔ حجاز میں ہر طرف بغاوت پھیل گئی یزید لعین نے اسے سختی سے دبایا۔ اس نے بیت الحرام کا بھی احترام نہ کیا اور وہاں بھی لوگ قتل ہوئے۔ یزید لعین نے عام لوگوں کے بگڑنے کے خوف سے سب اہل بیتؑ کو احترام کے ساتھ مدینہ منورہ بھجوا دیا اور امام زین العابدینؑ سے بیعت لینے پر بھی اصرار نہ کیا ان کو امام حسینؑ کا سر دے کر دفن کرنے کی اجازت دے دی اور ہر طرح سے ان کی دلجوئی کی۔ (معاشرتی علوم حصہ دوئم ص ۱۲۶-۱۲۷)

سرِ حسینؑ دمشق میں

دمشق کی مسجد بنی امیہ میں ایک طرف ایک چھوٹا سا گنبد بنا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کا سرِ مبارک وہاں مدفون ہے۔

مگر صحیح قول یہ ہے کہ آپ کا سرِ مبارک مدینہ طیبہ میں ہے۔

(شہادت عظمیٰ مصنفہ مولانا سید علیؑ حیدر صاحب)